عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ • شمارہ نمبر : ۳۰
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

مالاکنڈ ڈویژن میں
نفاذ شریعت کی جدوجہد
پس منظر، نتائج اور تقاضے

پاکستان میں اقلیتوں کی آزادی
پھر بھی شکوہ ہے؟

دینی مدارس کا وجود ملکی بقاء کیلئے ضروری ہے

محمد زکی کیفی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

قسمت سے مل گئی ہے قیادت حضورؐ کی
اللہ کا کرم ہے عنایت حضورؐ کی

دو لفظ ہیں خلاصہ عرفان و آگہی
وحدانیت خدا کی، رسالت حضورؐ کی

بھر لی ہیں ہر گدا نے سعادت سے جھولیاں
نگری رہے ہمیشہ سلامت حضورؐ کی

گل کی مہک، صبا کی روش، چاندنی کی رو
یہ سب کی سب ہیں گرد لطافت حضورؐ کی

پڑھ کر درود نطق بھی سرشار کیوں نہ ہو
اس میں جھلک رہی ہے فصاحت حضورؐ کی

آمد کا مژدہ دے کے گئے تھے خلیل بھی
سمجھا گئے مسیحؑ علامت حضورؐ کی

رب کریم، شان کریمی کا واسطہ!
جنت میں ہو نصیب رفاقت حضورؐ کی

ہر دور میں جدید تقاضوں کے ساتھ ساتھ
ہوتی ہے آشکار صداقت حضورؐ کی

حاتم کا ذکر کیا وہ زمانہ گزر گیا
جاری ہے آج تک بھی سخاوت حضورؐ کی

قرباں ہم اسؐ پہ، وہ ہمیں محبوب کیوں نہ ہو؟
ایمان ہے خدا پہ، امانت حضورؐ کی

بوبکرؓ اور عمرؓ پہ یہ انعام ختم ہے
ہر آن مل رہی ہے سعادت حضورؐ کی

کیفی خدا نصیب کرے اپنے فضل سے
الفت کے ساتھ ساتھ اطاعت حضورؐ کی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

کراچی

انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ● شمارہ نمبر ۴۰ ● بتاریخ ۱۰ر شوال تا ۱۶ر شوال ۱۴۱۵ھ ● بمطابق ۱۲ر مارچ تا ۱۸ر مارچ ۱۹۹۵ء

اِس شمارے میں

۱۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ——— ۲
۲۔ پاکستان میں اقلیتوں کی آزادی پھر بھی شکوہ ہے (اداریہ) ——— ۴
۳۔ ملاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد ——— ۱۲
۴۔ دینی مدارس کا وجود ملکی بقا کے لئے ضروری ہے ——— ۱۹
۵۔ علماء امت اور زعماء دین کی خدمت میں ——— ۱۸
۶۔ مسلمان عورت کہاں جا رہی ہے ——— ۲۰
۷۔ حضرت مولانا محمد انذر قاسمی کی شہادت ——— ۲۳
۸۔ اخبار ختم نبوت ——— ۲۴
۹۔ آپ کے مسائل ——— ۲۷

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا ● مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ● مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ناظم تزئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۴۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۳۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات، انڈیا ۱۵۰ درہم
چیک/ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک گوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۷۳۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۰۳ پریڈ لائن کراچی

پاکستان میں اقلیتوں کی آزادی------پھر بھی شکوہ ہے

کون نہیں جانتا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، لاکھوں مسلمانوں نے اسی لا الہ الا اللہ کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے ہوئے یہ وطن حاصل کیا۔ یوں دنیا کے خطے پر پاکستان ایک خالص نظریاتی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ اگرچہ اسلام پاکستان کا آئینی اور سرکاری مذہب بھی ہے۔ اس کے باوجود ہمیں دیگر نظریاتی ریاستوں کے برعکس یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں اقلیتوں کی جان، مال، عزت و آبرو، ہر طرح سے محفوظ اور انہیں تمام شہری اور سماجی حقوق حاصل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ یہاں چیف جسٹس سے لے کر وزراء تک، سول حکمرانوں سے لے کر افواج پاکستان تک، تمام کلیدی عہدوں پر اقلیتیں ہمیشہ براجمان رہی ہیں۔ کسی شعبہ زندگی میں ان سے کوئی تعصب نہیں برتا گیا۔ ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہندوستان میں ایک ہفتے میں جتنے اقلیت کش فسادات ہوتے ہیں، پاکستان کی پوری عمر میں بھی اتنے فسادات نہیں ہوئے۔ اگرچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو تبلیغ کا حق حاصل نہیں مگر وطن عزیز میں ہمیشہ سے اقلیتیں یہ حق استعمال کر رہی ہیں اور اس کے باوجود شکوہ کناں ہیں۔ ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان کی کل آبادی میں ۹۶ء۶۷ فیصد مسلمان ہیں۔ تین بڑی اقلیتیں ہیں۔ مسیحی کل آبادی ۱ء۵۶ فیصد، ہندو ۱ء۵۱ فیصد اور قادیانی و لاہوری ۰ء۱۲ فیصد ہیں۔

اتنی کم تعداد میں ہونے کے باوجود ان کی جارحانہ تبلیغی سرگرمیاں مسلمانوں کی متاع ایمان پر شب و روز ڈاکہ ڈالنے میں مصروف ہیں۔

عیسائی چرچ اور تبلیغی تنظیمیں

۱۔ انجلیکن چرچ۔ ۲۔ میتھوڈسٹ۔ ۳۔ دی سیالکوٹ چرچ کونسل۔ ۴۔ لوتھران۔ ۵۔ چلڈرن آف گاڈ۔ ۶۔ پریس بائی ٹیرین۔ ۷۔ دی ایسوسی ایٹ ریفارمڈ پریس بائی ٹیرین چرچ (اے آر پی)۔ ۸۔ دی پنیتو کوسٹل چرچز۔ ۹۔ دی پاکستان مشن آف انٹرنیشنل فارن مشنز ایسوسی ایشن۔ ۱۰۔ دی پاکستان کرسچین فیلو شپ آف دی انٹرنیشنل کرسچین فیلو شپ۔ ۱۱۔ دی ایونجیلیکل الائنز مشن۔ ۱۲۔ دی انڈس کرسچین فیلو شپ۔ ۱۳۔ دی بریدرن چرچز۔ ۱۴۔ دی افغان بارڈر کروسیڈ۔ ۱۵۔ ورلڈ وائیڈ ایونجے لائیزیشن کروسیڈ۔ ۱۶۔ دی سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ۔ ۱۷۔ دی پینیسٹ بائبل فیلو شپ۔ ۱۸۔ دی چرچ آف کرائسٹ۔ ۱۹۔ دی بائبل اینڈ میڈیکل مشنری فیلو شپ۔ ۲۰۔ دی ریفارمڈ چرچز ان نیدرلینڈس۔ ۲۱۔ دی یونائیٹڈ فیلو شپ فار کرسچین سروس۔ ۲۲۔ دی فیلو شپ آف ایونجیلیکل پینیسٹ چرچز ان کینیڈا۔ ۲۳۔ دی کرسچین لٹریچر کروسیڈ۔ ۲۴۔ دی چائلڈ ایونجیلزم کروسیڈ فار کرائسٹ انٹرنیشنل۔ ۲۵۔ دی مینو نائٹ سینٹرل کمیٹی۔ ۲۶۔ دی کھیروارا مشن آف ڈنمارک۔ ۲۷۔ سالویشن آرمی۔ ۲۸۔ یہوداہ و یٹنس۔ (ماخوذ از "پاکستان میں عیسائیت کا احوال" از ڈاکٹر نادر صدیقی شائع کردہ صدیقی ٹرسٹ کراچی)

یہ تمام چرچز اور تنظیمیں کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں کے اندر تبلیغ مسیحیت میں مصروف ہیں اور بلا مبالغہ ہزاروں مسلمانوں کو عیسائی بنا چکی ہیں۔ خوف طوالت سے ہم ان کا دائرہ کار اور طریقہ کار کا ذکر ترک کر رہے ہیں۔ تفصیل درکار ہو تو حوالہ میں درج شدہ کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

مسیحی مشنری جرائد

ہفتہ وار : ۱۔ کرسچین وائس کراچی۔

پندرہ روزہ : ۲۔ شاداب لاہور۔ ۳۔ کاتھولک نقیب لاہور۔ ۴۔ شعاع نور لاہور۔

دوماہی : ۵۔ نیوز لیٹر لاہور۔ ۶۔ جفاکش کراچی۔

سہ ماہی : ۷۔ ہوم لیگ لاہور۔

ماہنامہ : ۸۔ ڈاو سس میگزین لاہور۔ ۹۔ اخوت لاہور۔ ۱۰۔ قاصد جدید لاہور۔ ۱۱۔ صحت لاہور۔ ۱۲۔ سالویشن آرمی لاہور۔ ۱۳۔ چھوٹا سپاہی لاہور۔ ۱۴۔ نعرہ جنگ لاہور۔

۱۵۔ ملاپ کراچی۔ ۱۶۔ بشیر الرسول راولپنڈی۔ ۱۷۔ طلوع فکر پشاور۔ ۱۸۔ کلام حق گوجرانوالہ۔ اس کے علاوہ کم از کم ۱۵ رسائل و جرائد ایسے ہیں جو باقاعدگی سے شائع نہیں ہوتے۔

بائبل خط و کتابت اسکولز

بائبل اور اس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے پندرہ بائبل خط و کتابت اسکول قائم ہیں۔ لاہور میں چھ ' ملتان ' فیصل آباد ' ایبٹ آباد ' شکار پور ' لاڑکانہ ' میرپور ' ڈیرہ غازی خان میں ایک ایک اور کراچی میں دو اسکول کام کر رہے ہیں ' جن میں اردو زبان میں ۲۴ اور انگریزی میں ۵۲ کورسز جاری ہیں۔ ان میں صرف دو مسیحی افراد کے لئے ہیں ' باقی سب کورس مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے وقف ہیں۔

ریڈیو سیشلز

پاکستانی سرحدات سے کچھ دور سیشلز جزیرے میں ایک بڑی طاقت کا ریڈیو ٹرانسیٹر نصب ہے۔ یہاں سے دن میں پانچ گھنٹے مسلسل پانچ پاکستانی قومی اور علاقائی زبانوں میں بائبل کی تعلیمات نشر ہو رہی ہیں۔ ریڈیو سیشلز کا علاقائی دفتر ہمارے وفاقی دارالحکومت میں قائم ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہندو اقلیت کی طرف سے شائع ہونے والے جرائد

ماہنامہ : ۱۔ سرسوتی۔ ۲۔ سدھار پتریکا۔ ۳۔ ہندو سیوک۔ ۴۔ پریم۔ ۵۔ ناول۔ ۶۔ جاسوسی ناول۔

پندرہ روزہ : ۷۔ چترکار اور دیگر بے قاعدہ شائع ہونے والے رسائل وغیرہ ---- مندرجہ ذیل ادارے سلسلہ وار کتابیں شائع کرتے ہیں۔

۱۔ پریم پبلی کیشنز کندھ کوٹ۔ ماہنامہ کہانیوں کا سلسلہ۔

۲۔ نیشنل پبلی کیشن میرپور بٹھورو ماہنامہ کہانیوں کا سلسلہ۔

۳۔ ملہار کتابی سلسلہ حیدر آباد ماہنامہ فلمی کہانیوں کا سلسلہ۔

پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ کی فیاضی و رواداری

نظریاتی ' اسلامی ریاست پاکستان کے سرکاری ذرائع ریڈیو اور ٹیلی ویژن مسیحی اور ہندو تہواروں اور تقریبات کے مواقع پر خود ان کے مرتب کردہ خصوصی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

ریڈیو پاکستان لاہور مسیحی تہوار

۱۔ گڈ فرائی ڈے۔ اپریل ایک گھنٹہ۔

۲۔ ایسٹر۔ اپریل ایک گھنٹہ۔

۳۔ کرسمس کی شام۔ ۲۴ دسمبر ایک گھنٹہ۔

۴۔ کرسمس ڈے ۲۵ دسمبر ایک گھنٹہ (چرچ سے براہ راست سروس نشر ہوتی ہے)۔

ریڈیو پاکستان کے دوسرے اسٹیشن بھی کم و بیش اس نوع کے پروگرام پیش کرتے ہیں۔

پاکستان ٹیلی ویژن

تمام اسٹیشنوں سے دو پروگرام پیش کرتا ہے۔

۱۔ ایسٹر ۴۵ منٹ۔ ۲۔ کرسمس ایک گھنٹہ (۱۹۸۷ء کے ڈرامے کا عنوان تھا " پہچان " کس کی؟ خود سوچ لیجئے)۔

ریڈیو پاکستان لاہور اور ہندو

واضح رہے کہ صوبہ پنجاب میں ہندو آبادی نہ ہونے کے برابر ہے

پھر بھی لاہور ریڈیو کی فیاضی ----- ؟

۱۔ جنم اشٹمی۔ ۳۰ منٹ کا پروگرام۔

۲۔ دسہرا۔ ۱۰منٹ کا پروگرام۔

۳۔ بالمیک جی کا دن۔ ۱۰منٹ کا پروگرام۔

۴۔ دیوالی۔ ۱۰منٹ کا پروگرام۔

ریڈیو پاکستان حیدر آباد

۱۔ دسہرہ۔ ۳۰منٹ کا پروگرام۔

۲۔ دیوالی۔ ۳۰منٹ کا پروگرام۔

۳۔ ہولی۔ ۳۰منٹ کا پروگرام۔

یاد رہے کہ وفاقی حکومت پاکستان خود بھی اقلیتوں کے لئے اسلام آباد سے ایک ماہنامہ "ہم وطن" کے نام سے شائع کرتی ہے۔

اقلیتوں کی یہ تمام سرگرمیاں اگر اپنے لوگوں تک محدود ہوتیں تو شاید ہمیں اعتراض نہ ہو تا مگر ستم تو یہ ہے کہ ان سب کا ہدف مسلمان ہیں۔ اس کے لئے ہم بطور مثال مسیحی ماہنامہ "کلام حق" گوجرانوالہ کے شمارہ ۲:۲۲ اشاعت فروری ۱۹۸۷ء کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

سولہ (۱۶) صفحے کے رسالہ میں مسیحیت پر ۴ صفحے اور باقی ۱۲ صفحے اسلام کے خلاف جارحانہ تنقیدی مضامین پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح شمارہ ۵:۲۲ مئی ۱۹۸۷ء ۲۴ صفحات کا ہے' جس میں صرف ساڑھے نو صفحات مسیحیت کے لئے ہیں باقی سب اسلام دشمنی کے لئے وقف ہیں۔(یہ تمام تفصیلات سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد جولائی تا ستمبر ۱۹۸۷ء میں شائع شدہ حافظ نذر احمد کے مضمون "غیر مسلموں کی تبلیغی سرگرمیاں" سے ماخوذ ہیں)۔

قادیانی ولاہوری اقلیت

یہ پاکستان کی سب سے چھوٹی مگر اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سب سے فعال اور خطرناک مشنری اقلیت ہے۔

ایسی خطرناک اقلیت جو محمد عربی ﷺ کے اسلام کو (معاذ اللہ) مردہ کہتے ہوئے (اخبار "الفضل" قادیان جلد ۶' نمبر ۳۲' مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء) اپنے اوہام و فریب کو زندہ اسلام قرار دیتی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے مردوں کو سور اور عورتوں کو کتیاں کہتی ہے۔ (نجم الہدیٰ از غلام احمد صفحہ نمبر ۱۰)۔

امت مسلمہ کے لئے سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ اقلیت بیچتی سور کا گوشت ہے اور کہتی گائے کا ہے' پیش شراب کرتی ہے اور کہتی روح افزا ہے' اسی لئے امت کو اس خطرناک دھوکے اور فراڈ سے بچانے کے لئے مکمل ایک صدی تک ملت کی بہترین صلاحیتیں اور بہترین دماغ اس کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں اور صدیق اکبرؓ کے بعد امت نے سب سے بڑی اجتماعی قربانی اسی فتنہ کے خلاف پیش کی ہے۔

مذہبی اور دینی طور پر اس اقلیت کے غیر مسلم ہونے میں امت کے کسی طبقہ کو کبھی بھی شک نہیں رہا مگر یہ شاید کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ یہ پراسرار اقلیت وہ ہے۔

۱۔ جس نے باؤنڈری کمیشن کے روبرو مسلمانوں سے علیحدہ الگ وطن کا مطالبہ پیش کیا۔ نتیجہ "گورداسپور ہم سے الگ ہوا۔ ہندوستان کو کشمیر کا راستہ مل گیا۔ اور وہ ہماری شہ رگ پر قابض ہو گیا(مارشل لاء سے مارشل لاء تک از سید میر نور احمد سابق ڈائریکٹر تعلیمات عامہ بحوالہ روزنامہ مشرق ۳ فروری ۱۹۶۴ء)

۲۔ جن کا عقیدہ ہے کہ پاکستان کا بننا اصولاً" غلط ہے اور اکھنڈ بھارت بن کے رہے گا۔" (الفضل" ۱۲۔ ۱۳ اپریل ۱۹۴۷ء خطبہ مرزا محمود "الفضل" ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء)

۳۔ جنہوں نے جہاد کشمیر میں غداری کی اور آزاد کشمیر میں غلام نبی گلکار نامی مرزائی کی قیادت میں قادیانی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔" (شہاب نامہ" ص ۳۸۰۔۳۸۱)

۴۔ جن کے ذمہ دار رہنما ظفر اللہ خان نے قائد اعظم کے جنازہ میں شرکت سے انکار کر دیا(روزنامہ "زمیندار" لاہور ۸ فروری ۱۹۵۰ء)

۵۔ وہی اقلیت جس کے لیڈر نے پاکستان کا نمائندہ اور تنخواہ دار وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بھی خلیفہ ربوہ کے حکم کے بغیر اقوام متحدہ میں فلسطینی کاز کے لئے ووٹ دینے سے انکار کر دیا اور بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں کو مرزائیت کے تبلیغی مراکز میں تبدیل کر دیا(" تحریک ختم نبوت" ۱۹۵۳ء از مولانا اللہ وسایا)

۶۔ جس نے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو قتل کروایا(ہفت روزہ "تکبیر" مارچ ۱۹۸۶ء)

۷۔ جس نے بلوچستان پر قبضہ کر کے اسے "احمدی صوبہ" بنانے کا منصوبہ بنایا(مرزا محمود کا بیان' روزنامہ "الفضل" ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء)

۸۔ نامور علمائے کرام کو خونی ملا قرار دیتے ہوئے انہیں اپنے قدموں میں جھکانے کی دھمکی دی("الفضل" ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء)

۹۔ جن کی مسلسل مذہبی اور سیاسی جارحیت سے تنگ آکر جب مسلمان ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کی صورت میں میدان میں نکلے تو اس اقلیت کے فوجی افسران نے دس ہزار مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا۔

۱۰۔ وہی اقلیت جس کے جنرل اختر حسین ملک کی مکروہ سازش سے ۶۵ء کی جنگ پاکستان کے سر مسلط کی گئی۔" (عجمی اسرائیل" از شورش کاشمیری' ص ۳۳ تا ۳۵)

۱۱۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جن کے ہیڈ کوارٹر ربوہ کی بجلی واپڈا کو زبردستی کاٹنا پڑی کیونکہ یہ دشمن طیاروں کو سگنل دیتے تھے۔" (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ" از صاحبزادہ طارق محمود)

۱۲۔ جن کے ایک اہم لیڈر عبد السلام نے ایٹمی راز امریکہ منتقل کئے۔" (ڈاکٹر عبد القدیر اور اسلامی بم" از زاہد ملک)

۱۳۔ جن کی دلداری کے لئے امریکہ نے پاکستان پر ایٹمی پابندیاں عائد کیں 'اواکس طیارے دینے سے انکار کیا اور اقتصادی امداد کو قادیانیوں سے رواداری کے سرٹیفکیٹ سے مشروط کیا۔ (بحوالہ مضمون جناب ارشاد احمد حقانی اداراتی صفحہ ۳ روزنامہ "جنگ" لاہور ۵ مئی ۱۹۸۷ء)

۱۴۔ جن کے زعماء نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں اہم کردار ادا کیا جن میں سرفہرست ایم ایم احمد شامل ہے۔

۱۵۔ جنہوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء کو ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ ان کے منہ میں پیشاب کیا اور "محمدیت مردہ باد" اور "احمدیت کی جے" کے نعرے لگائے۔ (گواہوں کے بیانات 'روبرو صمدانی ٹریبونل بحوالہ تحریک ختم نبوت ۷۴ء جلد اول ص ۷۱)

۱۶۔ جنہیں پاکستان کی قومی اسمبلی کے اس فیصلے کو نہ صرف ماننے سے انکار کیا بلکہ پندرہ روزہ قادیانی جریدہ "لاہور" کے ایڈیٹر ثاقب زیروی قادیانی نے ۱۱ فروری ۷۹ء کی اشاعت میں ان معزز ممبران اسمبلی جنہوں نے مسلمانوں کے دیرینہ مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے اسلام دشمن قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا' کے خلاف بکواس کرتے ہوئے لکھا کہ۔

"یہ سب شرابی' زانی' منشیات کے اسمگلر' مرتشی' بد عنوان' غاصب' جابر' متشدد المزاج' لاف زن' شیخی خورے' سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری' آزادانہ جنسی تعلقات کے عادی' بد کردار' بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے شادیاں رچا کر پھران عورتوں کو بازار حسن کی زینت بنا دینے والے' پرمٹ لائسنس اور ویزا فروش' بحری قزاق' مجرمانہ ذہنیتوں کے حامل' رسہ گیر' قاتل اور ڈاکوؤں کے پشت پناہ' قوم کی بیٹیوں پر برملا دست درازیاں کرنے والے' ناجائز درآمد و برآمد میں ملوث اور کسٹم ڈیوٹی میں ہیرا پھیری کے ذریعہ خزانہ عامرہ کو نقصان پہنچانے والے بھٹو دور کے وہ مفتیان دین و شرع متین ہیں جنہوں نے ستمبر ۷۴ء میں بھٹو کے اقتدار کو دوام بخشنے کی غرض سے احمدیوں کو بزور سیاست دو اغراض کے لئے "ناٹ مسلم" قرار دیا تھا۔"

۱۷۔ وہی اقلیت جنہیں شعائر اسلامی اور مقدس اسلامی اصطلاحات و القابات کے استعمال سے روکنے کے لئے جب امتناع قادیانیت آرڈیننس ۸۴ء نافذ کیا گیا تو انہوں نے اس کی مسلسل خلاف ورزیاں کیں۔

۱۸۔ جنہوں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرکے بیرون ملک پاکستان کو بدنام کرنے کی ہر ممکن سعی کی اور اسی بناء پر ظلم و ستم کی من گھڑت کہانیاں سنا کر جرمنی اور دوسرے ممالک میں سیاسی پناہ حاصل کرکے مالی مفادات سمیٹے۔

یاد رہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ انسان کا بنایا ہوا قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں مذکور ہیں' مطابق ہونا چاہئے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات و تعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں ہیں منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے۔ اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں درج ہیں اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔(SCMR August 1993)

۱۹ جنہوں نے شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اندراج اپنے مخصوص مفادات کے خلاف پاتے ہوئے مسیحی اقلیت کو استعمال کیا۔ مگر مسیحی حضرات ان کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے یہ بھول گئے کہ یونان جیسے مسیحی اکثریت کے ملک میں جب شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ درج ہے (ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" اپریل ۱۹۹۳ء ص ۲۵۔۲۶) تو یہ حق پاکستان کے مسلمانوں کو کیوں نہیں مل سکتا۔ اگر اپنے مذہب کے اظہار میں انہیں شرم آتی ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے کہ مسلمانوں کو مسلمان لکھنے میں کوئی عار نہیں۔

۲۰۔ جنہوں نے مذہبی آزادی و رواداری کے نام پر دیگر اقلیتوں اور سیکولر و ملحد عناصر کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں سے نہ صرف غداری کی بلکہ اکثریت کے جذبات کو ہمیشہ مجروح کیا۔

حالانکہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ کے مطابق جہاں تک مذہب پر آزادی عمل کا تعلق ہے "آزادانہ" سے "کھلی چھٹی" مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق و سباق میں پرکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پرہجوم جگہ پر "آگ آگ" کا شور مچا کر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بنا پر یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔" (SCMR August 1993)

مگر قارئین محترم! قادیانیوں نے مذہبی آزادی کے نام پر اور انسانی حقوق کی آڑ میں ہمیشہ ملک عزیز کے آئین اور قوانین کا نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ انہیں سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے ہمیشہ ان کے الٹ عمل کیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ کے وقار کو بھی شدید مجروح کیا جیسا کہ قادیانی جماعت کے ترجمان ہفت روزہ "لاہور" کے ایڈیٹر ثاقب زیروی نے ۷ جولائی ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں "آئین کی ضرورت" کے عنوان سے عدالت عظمیٰ کے خلاف ان الفاظ میں ہرزہ سرائی کی۔

"ہماری بعض عدالتوں نے بھی اب اسلام اور انسانیت دشمن عالمان دین کی ان ظالمانہ توجیہات کو صحیح اور معتبر سمجھنا شروع کر دیا ہے چنانچہ پچھلے دنوں دو ایک ججوں نے ایک خالصتاً" آئینی درخواستوں کے فیصلوں میں بھی اسی غلط اور جھوٹی منطق کی تائید کی ہے۔"

عدالت عظمیٰ کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے حق میں تاریخ ساز فیصلے کے پس منظر میں قادیانی جماعت کا ترجمان ہفت روزہ "لاہور" ایک اور جگہ یوں لکھتا ہے۔

"اگر سربراہان عدالت کی سوچ متعصب ہو جائے تو عدل و احسان کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں بے اعتمادی' انتشار' افراتفری اور خطرناک قسم کی آپا دھاپی پھیل جاتی ہے۔ جو انجام کار "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کی صورت حال پر منتج ہوتی ہے۔"

عام مرزائیوں اور ان کے رسائل و جرائد پر ہی موقوف نہیں بلکہ خود ان کے سربراہ مرزا طاہر بھی عدلیہ کے تقدس کو مجروح کرنے کے اس عمل میں اپنی قوم سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں رہے۔ مثلاً مرزا طاہر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

" عدلیہ کی طرف جائیں تو وہاں بھی یہ ظلم بڑی بھیانک صورت میں اپنی انتہا تک جا پہنچا ہے اور توحید کو ایک ایسا جرم قرار دیا جا رہا ہے کہ جیسے سلمان رشدی نے حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کے تقدس اور اسلام کے تقدس پر بہت ہی ظالمانہ اور بہیمانہ حملے کئے تھے۔ اس کی مثالیں دے کر یہ کہا جا رہا ہے کہ احمدی کا توحید کا بیان ہمیں ایسا ہی تکلیف دیتا ہے جیسے شیطان رشدی کا یہ بیان کہ قرآن کریم شیطان کی نازل کردہ آیتیں تھیں' خدا کی نازل کردہ آیتیں نہیں تھیں۔ کسی قوم کی اس سے بڑی بدبختی تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ ایک طرف سلمان رشدی ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب مطہر پر نازل ہوا تھا بلکہ سراسر شیطان کا کلام ہے اور آج کے شرالبریہ یہ کہتے ہیں کہ جب احمدی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے تو یہ کلام ہمیں ایسا دکھ پہنچاتا ہے جیسے سلمان رشدی کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور پاکستان کی گلیوں میں اگر ایسے سلمان رشدی آزاد چھوڑ دیئے گئے جو جگہ جگہ لا الہ الا اللہ کا اعلان کرتے پھریں گے تو ان لوگوں کے امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی جس کا دل چاہے ان کو قتل کرتا پھرے' جس کا دل چاہے ان کا مال لوٹے۔ پاکستان کی گلیوں میں مکہ کی گلیوں کے واقعات دہرائے جارہے ہیں۔ وہ تاریخ از سر نو ہمارے خون سے لکھی جارہی ہے۔" (قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کا خطاب' ماہنامہ "انصار اللہ" ربوہ دسمبر ۱۹۹۳ء)

ان سب کے باوجود ہماری حکومت اور عوام کی فیاضی اور رواداری کا یہ عالم ہے کہ قادیانی و لاہوری اقلیت کے کم از کم ۱۱ تبلیغی رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ تفصیل کچھ یوں ہے۔

ماہنامہ : ۱۔ تحریک جدید ربوہ۔ ۲۔ مصباح ربوہ۔ ۳۔ خالد ربوہ۔ ۴۔ انصار اللہ ربوہ۔ ۵۔ تشحیذ الاذہان ربوہ۔ ۶۔ البشریٰ ربوہ' عربی انگریزی۔ ۷۔ ریویو آف ریلیجن' ربوہ انگریزی۔

ہفتہ وار : ۸۔ لاہور' لاہور۔ ۹۔ الفضل ربوہ۔ (روزنامہ)

لاہوری جرائد : ۱۔ پیغام صلح لاہور۔ ۲۔ دی لائٹ (انگریزی) لاہور۔

قادیانیوں کے بقول ان پر یہ ابتلا کا دور ہے۔ اس کے باوجود ان کی مطبوعات اور جرائد کی تحریروں میں جارحیت کا یہ انداز ہے کہ مسلم اکثریت کی دل آزاری اور قانون شکنی کے زمرے میں آتی ہیں۔

یہ وہ جرائد ہیں جو آن دی ریکارڈ ہیں۔ آف دی ریکارڈ بھی بہت سے رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ زیر زمین شائع ہونے والا مواد اس کے علاوہ ہے۔ مزید یہ کہ ان کے تعاون اور الحاق سے چلنے والے بہت سے رسائل ایسے ہیں جن کا باقاعدہ احاطہ مشکل ہے۔ اس کے علاوہ قادیانیوں کی تبلیغ کے دوسرے ذرائع عمومی تبلیغ (واقفین زندگی) یوم تبلیغ' رابطہ عام کی تقریبات' سالانہ جلسہ اور جلسہ یوم مذاہب عالم وغیرہ ہیں۔

قارئین محترم! آپ نے اس اسلامی نظریاتی ریاست یعنی پاکستان میں اقلیتوں کی حاصل شدہ تبلیغی آزادی کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائی ہے' یہ وہ آزادی ہے کہ جو ایک نظریاتی ریاست کے بنیادی مقاصد ہی کے خلاف ہے۔ اندازہ لگایئے کہ جب ہم نے انہیں اس حساس معاملہ میں اس قدر آزادی دے رکھی ہے تو دیگر سماجی شہری و سیاسی آزادیوں کا کیا عالم ہوگا مگر اس سب کچھ کے باوجود شکوہ ہے' نوحہ ہے' فریاد ہے اور عالمی سطح پر واویلا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں سے امتیازی سلوک ہو رہا ہے۔ لیکن ہم نے اعداد و شمار اور حقائق کی پٹاری کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ ظلم تو ہم پر ہو رہا ہے کہ جنہیں اکثریت میں ہوتے ہوئے اپنے مذہبی شعار کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جارہی' جن کے نبی ﷺ کے خلاف اہانت و گستاخی کا لائسنس طلب کیا جارہا ہے' جن کے عقائد و تعلیمات میں تحریف کے طوفان اٹھائے جارہے ہیں' اور جن کے ایمان پر شب خون مارا جارہا ہے' حتیٰ کہ ایک معمولی کمپنی کو اپنے ٹریڈ مارک کے تحفظ کا قانونی حق حاصل ہے مگر ہم سے اپنے مذہبی شعائر' مقدس شخصیات کے القابات اور مذہبی اصطلاحات کے تحفظ کا حق' رواداری کے نام پر چھینا جارہا ہے۔ ہے کوئی جو ہماری دلداری کرے۔ ہمارے آنسو خشک کرے اور ہمارے زخموں پر مرہم رکھے۔ ہے کوئی جو ہماری فراست آنکھوں' خزاں چہرے' بیاباں دل اور جھکے سر کی لاج رکھ لے مگر نہیں۔ ایسے بات کہاں بنتی ہے۔ رسم دنیا اور فیصلہ تاریخ تو یہ ہے کہ۔

ان دھواں دھار اندھیروں سے گزرنے کے لئے
خون دل سے کوئی مشعل تو جلانی ہوگی
حق مانگنے جاؤ گے تو ناکام رہو گے
ہاں چھیننے نکلو گے تو کچھ پا بھی سکو گے

مگر رواداری کی آغوش میں سوئی امت کو کون جگائے کہ بیت المقدس کی دیواروں' بابری مسجد کے میناروں' بوسنیا کے روشن چہروں اور کشمیر کے سرسبز چناروں سے اٹھنے والی آہیں اور بہتے آنسو بھی اس امت کی غیرت کو بیدار نہ کرسکے تو اور کون کرسکے گا؟ عیسائی پادریوں نے ۱۳۹۸ء میں ترک مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے والے عیسائی بادشاہ لازور کی قبر کو اکھاڑا اور اس کے تابوت کو سارے یوگوسلاویہ میں گھمایا اور عیسائیوں کو غیرت دلائی کہ تم مسلمانوں کی عیسائی دشمنی بھول چکے ہو' حالانکہ وہ تمہارے محسن بادشاہ کے قاتل ہیں۔ آج ہم کیا کریں ہم کس کس کی قبر اکھاڑیں کہ ہمارے پاس تو قدم قدم پر عیسائیوں کے تیغ ستم کے لاشے دفن ہیں۔ مگر قبر اکھاڑنے سے بھی کیا بنے گا' یہاں تو بوسنیا و کشمیر کی زندہ قبریں بھی قوم مسلم سے رواداری کا دودھ نہ چھڑا سکیں۔ حتیٰ کہ سربیا کے صدر رودوں کدات زیچ کا یہ بیان بھی عالم اسلام کے جذبات میں کوئی ارتعاش پیدا نہ کرسکا کہ ہم مسلمانوں پر گولی ضائع نہیں کریں گے بلکہ ان کے گلے چھری سے کاٹیں گے' حتیٰ کہ پورے بوسنیا' ترکی' ایران اور پاکستان تک ہمارا غلبہ ہو جائے گا۔

اللہ ہمیں وہ روز بد نہ دکھائے۔ مگر نہیں صرف دعاؤں سے کیا ہوگا۔ لیکن دعا کا انکار بھی نہیں۔ ہاں مگر' بات صرف اتنی ہے کہ رب ذوالجلال نے روشن راہیں مجاہدے سے وابستہ کردی ہیں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کا ضابطہ آج بھی امت کو بلا رہا ہے۔ دعائیں تو امت نے خوب کرلیں بلکہ آج بھی مساجد سے لے کر خانقاہوں تک اور گلیوں سے شاہراہوں تک دعاؤں کا اک شور بپا ہے' ولی سے لے کر غوث تک' قطب سے ابدال تک' حتیٰ کہ خاتم الانبیاء ﷺ تک کے واسطے دعاؤں میں جاری ہیں۔ "کار

ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں خوار ہیں" کی صدا الگ رہی ہے مگر فلک ہے کہ وہاں سے نالوں کا جواب آتا ہے بس ایک خامشی' طویل خامشی۔ ہاں مگر وہاں سے جواب آئے بھی تو کیوں آئے کہ فلک والا تو احد ہے' صمد ہے' لم یلد ہے' ولم یولد ہے۔ مالک الملک نے تو واشگاف الفاظ میں یہ فرمادیا تھا کہ۔

"الم ○ کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جاوے گا اور ہم تو ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں' سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو (ایمان کے دعوے میں) سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔" (عنکبوت : ۱تا۳)

اسے تو پیار ہے ان سے جن کے پہلو' گر راتوں کو بستروں سے الگ رہتے ہیں تو صرف اس کے لئے اور جن کے دن مجاہدوں کے گھوڑوں پہ بسر ہوتے ہیں تو صرف اس کے لئے' جن کے ہاتھوں میں شمشیر ہے تو اس کے لئے' پاؤں میں زنجیر ہے تو اس کے لئے' جن کے سروں پہ کفن ہیں تو اس کے لئے' جو ویران راہوں میں دفن ہیں تو اس کے لئے' جو فرائض کی طرف دوڑ کے جانے والے' سنتوں پہ مرمٹنے والے' نبی کے دشمنوں پہ تلوار چلانے والے' حتیٰ کہ اپنی جان بھی لٹانے والے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے نصرت کے وعدے ہیں اور مدد کے اور انہی لوگوں کو نہ غم ہو گا نہ خوف۔ ہماری دعاؤں میں اک دعا کشمیر کی دعا ہے مگر بقول مختار مسعود۔

"عجیب بات ہے کہ آزادی اور علیحدہ وطن کے لئے تو ہماری دعائیں صرف سات سال کی قلیل مدت میں قبول ہو گئیں مگر کچھ اور دعائیں جو ہم نے مانگی تھیں' ان پر تو دہائیاں بیت گئی ہیں اور در قبولیت وا نہیں ہوا۔ ان دعاؤں میں سرفہرست دعائے کشمیر ہے' جس کے لئے اٹھے ہوئے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ جنگ بندی لائن کے اس طرف اور دوسرا اس طرف۔ نہ جانے کیوں اب ہماری دعاؤں میں وہ پہلے سا اثر نہیں رہا۔ در مزار اقبال سے ندا آئی۔

تیرے امیر مال مست
تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی
خواجہ بلند بام ابھی

" (آواز دوست" ص ۴۳)

یہ تو اقبال تھا' یہاں تو اقبال کے' میرے اور آپ کے' بلکہ سب کے آقا اور مولیٰ مدینے والے ﷺ نے چودہ صدیاں قبل بتادیا تھا کہ لوگو تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی مگر کب۔

" جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔"

مزید فرمایا کہ۔

"لوگو اللہ کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آجائے تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو' تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے' تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔" (ترمذی' ابن ماجہ بحوالہ "فضائل تبلیغ" ص ۱۴)

کیا اب بھی ہم اپنی بربادی کا شکوہ کریں گے؟ ہمیں تو نہ دوستوں سے گلہ ہونا چاہئے نہ شکایت زمانہ کہ یہ سب اپنی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم۔

ہمارے پاس تو اک نام ہی باقی تھا سو وہ بھی گنوادیا

" میں چلا گیا۔ بالٹی مور مجھے جانا تھا۔ اپنے پروگرام میں وہیں' وہ اسپتال ہے جس میں ہمارے ملک کے نامور وزیر اعظم کا وصال ہوا' محمد خان جونیجو صاحب کا۔ تو نچلی آدمی کے دل میں بات تو ہوتی ہے' آخر پورے ملک کے وزیر اعظم تھے' تو میں نے پوچھا بھئی یہاں فوت ہوئے تھے' کس طرح فوت ہوئے' کیا حال ہوا؟ وہاں ایک ڈاکٹر صاحب تھے' ان سے گزارش کی تو وہ کہنے لگے یہاں تو کوئی محمد خان جونیجو نہیں مرا بھائی' نہ آیا یہاں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کمال کرتے ہو یار' ساری دنیا میں وہاں ٹیلی ویژن پہ سنا' اخبارات میں دھوم مچی' آپ کے اس جان ہا پکنز اسپتال کی۔ میری لینڈ بالٹی مور میں ہے تو انہوں نے کہا اچھا بھائی کل دیکھیں گے۔ تو دوسرے دن انہوں نے مجھے کمپیوٹر کی رپورٹ بھجوادی۔ کمپیوٹر کی رپورٹ میں اوپر ایک جملہ ہے' ایک شخص محمد خان جونیجو' جس کی تاریخ ولادت فلاں ہے اور وہ جان بکسی کے نام سے امریکہ میں رہتا ہے' بکس بی جان۔

Bix By John یعنی یہاں آپ کا وزیر اعظم امریکہ کا شہری ہے' بکس بی جان کے نام سے۔ اس لئے کہ یہاں سے جو کچھ لوٹا جاتا ہے' وہ بکس بی جان کے اکاؤنٹ میں وہاں جمع ہوتا ہے اور جب علاج کے لئے وہاں تشریف لے گئے تو بکس بی جان داخل ہوا۔ اس جان ہا پکنز اسپتال میں اور وہاں بکس بی جان مرا اور اس کے سرہانے باقاعدہ صلیب گاڑی گئی اور نرسوں نے باقاعدہ اپنے شانے پہ صلیب بنا کر بکس بی جان کو رخصت کیا۔ یہاں ان غریبوں سے غائبانہ جنازے پڑھائے جاتے ہیں' جن کا خون بیچ کر' جن کا خون چوس کر یہ لوگ کیا لیتے ہیں۔ ارے یار یہ اسلامی حکومتیں ہیں اور یہ مسلمان ہیں۔"

(تنظیم "الاخوان" کے امیر اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کے مضمون "مسلمان تو ہوں مگر...." سے اقتباس مندرجہ ماہنامہ "المرشد" جولائی ۱۹۹۳ء)

قارئین کرام! یہ اقتباس ہم نے بلا تبصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ پڑھئے اور سوچئے کہ اسلامی تشخص و غیرت کا اک آخری نشان ہمارا نام ہی تھا' سو وہ بھی ہم نے گنوادیا۔ اس سے آگے کوئی مقام ہو تو بتایئے گا کہ ہمارے "محسن" وہاں تک جانے کو بھی تیار بیٹھے ہیں۔

غیرت کا جنازہ

امت مرحومہ کی غیرت کا جنازہ تو کب کا اٹھ چکا۔ دکھ تو یہ ہے کہ اب تو رونے والے بھی نہ رہے۔ ہو کا عالم ہے' کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھتی۔ کوئی کرن' کوئی آس' کوئی

امید نظر نہیں آتی۔ کوئی آواز لگائے بھی تو لوٹ کے اسی کی طرف واپس آجاتی ہے کہ سننے والے ذہن زنگ آلود اور دل مردہ ہو گئے۔ اس عالم میں کوئی کس کے نام کی صدا دے۔ کبھی تو جی میں آتی ہے کہ ہم شاید بہت آگے نکل گئے چلو واپس لوٹ چلیں کہ راہ میں شب نہ ہو جائے مگر اب یوں ہی دل میں یہ خیال آیا اور کوہساران کشمیر سے مجاہدین کی آواز گونجی کہ۔

مسافروں سے کہو رات سے شکست نہ کھائیں
میں لا رہا ہوں خود اپنے لہو سے بھر کے چراغ

شمع امید : ہاں لہو سے بھرے یہ چراغ روشن ہوئے تو معلوم ہوا کہ ابھی رواداری کی راکھ تلے غیرت کی چنگاری باقی ہے۔

مسلمانو! دیکھنا کہیں یہ چنگاری بھی دم نہ توڑ جائے۔ ورنہ تو ہر طرف اندھیرا ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ یہ بھی بجھ جائے اسے کشمیر سے اٹھا کے پاکستان میں بھی لے آؤ۔ پھر اسے مدینے کی ہوا دے کر شعلہ جوالہ بنا دو اور پورے عالم اسلام میں پھیلا دو کہ اسی عمل میں تمہاری اپنی بقا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری غفلت نے کتنی زبانوں کو بے لگام کر دیا ہے' کل تلک جو بے نام و نشان تھے آج رزم زندگی میں جواں بنے بیٹھے ہیں جو پاؤں چلنے سے بھی عاری تھے آج روز لگا رہے ہیں' جن کے بازو شل تھے آج دعوت مبارزت دے رہے ہیں اور جو سرنگوں تھے آج سربلند کر رہے ہیں۔ اور ہاں یہ بھی دیکھو کہ یہ زبانیں کس کے لئے بے لگام ہو رہی ہیں' یہ سر کس کے لئے بلند ہو رہے ہیں' یہ پاؤں کس کے خلاف اٹھ رہے ہیں اور یہ ہاتھ کس کے دامن تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

مسلمانو! یہ بازو' یہ ہاتھ' یہ پاؤں' یہ سر گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے قانون کو ختم کرانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ یہ زبانیں ہمارے آقا و مولیٰ مدینے والے ﷺ کی عزت و ناموس کی طرف دراز ہو رہی ہیں' کیا تم اب بھی خاموش رہو گے؟ کیا اب بھی رواداری کے گیت سناؤ گے؟ کیا یہاں بھی حقوق انسانی کی پاسداری کرو گے؟ مسلمانو! میرے باپ تمہارے باپ کی بات ہوتی تو شاید کوئی صورت ہو جاتی' میری ماں تمہاری ماں کی بات ہوتی تو شاید کوئی گنجائش نکل آتی' لیکن بات تو اس ہستی تک آ پہنچی ہے جن کے تلووں پر میرے' آپ کے' بلکہ سب کے ماں باپ پلے ہیں' جن کے نعلین کے ذروں نے ہمیں عزتیں بخشی ہیں' جن کی اک نظر سے زندگیاں بنتی ہیں' جن کو مبعوث فرما کر اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے' جن کے قدموں کے نقوش پہ تاریخ انسانیت بنی ہے اور جن کے کرم کا صدقہ ہے کہ ہماری بات اب تک بنی ہوئی ہے۔ کیا ان کے دشمنوں کی خاطر بھی تمہاری زبانیں گنگ رہیں گی؟ تمہارے قدموں میں کوئی جنبش نہ ہوگی؟ تمہارے ہاتھوں میں کوئی لرزش نہ ہوگی؟ تمہارے دلوں میں کوئی کسک نہ ہوگی اور تمہاری جبینوں پہ کوئی شکن نہ آئے گی؟

مسلمانو! یوں لگتا ہے کہ تم وادی طائف کو بھول گئے' آقا ﷺ کی مبارک پنڈلیوں پہ بہتا خون اور اس سے رنگین نعلین مقدس بھول گئے' آقا ﷺ کی راہوں کے کانٹے' سر پہ ڈلنے والا کوڑا کرکٹ' کمر پہ لدی اونٹ کی اوجھڑی' جسم اطہر پر برسنے والے پتھر' مشرکین کی زبانوں کا زہر' شہید ہونے والے دندان مبارک' شب بھر دربار خدا میں کھڑے ہو کر تمہارے لئے مانگی گئی دعائیں اور قرأت میں سینہ مبارک سے نکلنے والی صدائیں' ہائے کیا تم سب بھول گئے؟ وا حسرتا آج تمہیں یہ بھولنا کتنا آسان لگتا ہے۔

کیا تمہیں ذرا بھی یہ سوچ نہ آئی کہ اگر گور اندھیری میں محشر کی گری میں آقا ﷺ بھول گئے تو پھر کیا ہوگا؟ ہاں اگر یہ سوچ آتی ہے تو پھر سنو کہ پورے عالم کا باطل ہندوؤں سے لے کر عیسائیوں تک' یہودیوں سے لے کر قادیانیوں تک تمہارے دلوں سے عشق رسالت ﷺ کا شعلہ سرد کرنے کے لئے یکجا ہو چکا ہے اور وہ بات جو امریکہ کے یہودی پروفیسر "ہرز" نے اپنی مطبوعہ کتاب فطرف العسکریہ فی الشرق الاوسط کے صفحہ ۲۵ پر لکھی تھی کہ "پاکستان کے دل رسول عربی (حضرت محمد ﷺ) کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ جذبہ عالمی صیہونیت کے لئے ایک عظیم خطرہ ہے' اس لئے یہودیوں کو چاہئے کہ وہ "محمد" (ﷺ) کے ساتھ اس جذبہ محبت کے تمام وسیلوں کو کمزور تر کریں۔ وہ تبھی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" وہی بات آج صدر کلنٹن علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ "امریکہ کے لئے اب سب سے بڑا مسئلہ اسلام ہے۔" (بحوالہ ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد ۲۴ دسمبر ۱۹۹۳ء) یہ باتیں کفار کی مسلم دشمنی اور تعصب کے اسی تاریخی تسلسل کی کڑی ہیں جس کے تحت لارڈ کرزن نے خانہ کعبہ کو اصطبل بنانے کا عزم ظاہر کیا تھا یا مسولینی نے مکہ و مدینہ پر بم پھینکنے کی وحشیانہ دھمکی دی تھی۔

خدا کے لئے آنکھیں کھولو۔ اس سے پہلے کہ باطل کا یہ سیلاب بلا تمہیں بہالے جائے۔ ایک بار پھر محمد عربی ﷺ کا دامن تھام لو کہ اس سیلاب میں یہی اک آہنی اور مضبوط چٹان ہے جو تمہیں سہارا دے سکتی ہے' ورنہ وہ پتھر جن سے امید لگائے بیٹھے ہو خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔

اور یہ بھی جان لو کہ حقوق انسانی' جمہوریت و ترقی جیسے الفاظ بھی تمہیں دھوکا دینے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ بس صیاد نے ذرا پھندے کا نام بدل دیا ہے۔ ان میں سب سے بڑے پھندے کا نام حقوق انسانی ہے جس کی ٹھیکیدار ایمنسٹی انٹرنیشنل بنی بیٹھی ہے۔ جس کے بغل بچے ہر ملک میں مختلف ناموں سے موجود ہیں۔ پاکستان میں اسے حقوق انسانی کا کمیشن کہتے ہیں جس کی سربراہی غیر مسلموں اور مرتدوں کے حصہ میں آتی رہی ہے۔ گویا کہ خرگوش کی حفاظت بلی کے ذمہ ہے۔ اسی "ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امن و سلامتی کے ایوارڈ کے لئے ترکی کے اس ملحد شخص کا انتخاب کیا جس نے بدنام زمانہ سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات کا ترکی زبان میں ترجمہ شائع کیا ہے۔" (نوائے وقت لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۴ء)

دیکھا! ایمنسٹی انٹرنیشنل کے تھیلے میں چھپی یہودی اور قادیانی بلی کس طرح تھیلے سے باہر آئی ہے۔ کیا اب بھی نہ سمجھو گے کہ اس انعام کا دینا گویا اس تنظیم کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ اس کی نظر میں اسلامی شعائر و اقدار اور نبی آخر الزمان ﷺ کی توہین قابل قدر اور مستحسن ہے (معاذ اللہ) اب تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ملک عزیز میں توہین رسالت اور شعائر اسلامی کی تضحیک کے لئے اقلیتیں جو کوشش کر رہی ہیں ان کی باگ کن ہاتھوں میں ہے۔ ان کی ڈوریں یقیناً واشنگٹن' لندن' تل ابیب و دہلی سے ملتی ہیں۔ ورنہ خود ان میں یہ جرأت کہاں تھی؟ آج کی نظروں میں حقوق انسانی گویا مسلمانوں' اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کی توہین و تذلیل کا نام ہے۔ اللہ کی پناہ۔ ہم ایسے حقوق انسانی پر

لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ کیا جانیں حقوق انسانی کس بلا کا نام ہے۔ یہ تو ابھی محمد عربی ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کی گرد کو بھی نہیں پاسکے۔ لوگو حقوق انسانی جاننا چاہتے ہو تو سوئے مدینہ چلو۔

مسلمانو! اقلیتوں اور ان کے ہمنوا صاحبان اقتدار کو' افسران بااختیار کو اور شہریان ذی وقار کو حقوق انسانی اور رواداری کا صحیح مفہوم سمجھادو۔ انہیں بتادو کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو رواداری اور حقوق انسانی کی زریں روایات کا امین ہے۔ لاریب یہ شرف صرف اسلامی تاریخ اور معاشرے کو حاصل رہا ہے کہ اقلیتوں کی جان ہمیں اپنی جان سے' ان کا مال اپنے مال سے اور ان کی عزت ہمیں اپنی عزت سے عزیز رہی ہے۔ مگر خدا کی پناہ یہ رواداری ہرگز نہیں کہ اقلیتوں کو اس حد تک سرچڑھالیا جائے کہ ہمارے لئے اپنے مذہبی و دینی شعائر کی حفاظت و احترام بھی ایک مسئلہ بن کے رہ جائے اور اس کے لئے اسی اسلامی نظریاتی ریاست میں ہمیں حکمرانوں کی منتیں کرنا پڑیں۔

مسلمانو! اٹھ جاؤ وقت بہت تیزی سے آگے نکل رہا ہے تمہیں جو کرنا ہے خود ہی کرنا ہے۔ اس سفر پہ تمہیں اکیلے ہی چلنا ہے کیونکہ تمہارے برسراقتدار طبقے نے تو "زبانی اسلام" سے بھی جواب دے دیا ہے ان کے ایک ذمہ دار نے اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ "پاکستان لا الہ الا اللہ کے لئے نہیں بنا تھا بلکہ قائد اعظم پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔" (روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۹۳ء)

مسلمانو! ایمان سے کہنا کہ تمہارے لاکھوں لاشے گمنام قبروں' اندھے کنوؤں' ظالم نہروں اور گنگا جمنا کی لہروں کے سپرد کیوں کئے گئے تھے' تمہاری عورتوں کے پستان کیوں کاٹے گئے تھے' دودھ پیتے بچے نیزوں اور کرپانوں کی انیوں میں کیوں پروئے گئے تھے' جوان دوشیزائیں درختوں کی صلیب پر کیوں جھول گئی تھیں' اور تمہارے ۲۰ لاکھ بھائیوں کا گرم خون پاکستان کی بنیادوں میں کیوں بہایا گیا تھا۔ کیا یہ سارا' سب کچھ سیکولر ازم کے لئے تھا؟ ہرگز نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ ہم نہیں جانتے قائد اعظم کے ذہن میں اسلام تھا کہ نہیں تھا۔ ہمارے آباء نے تو قربانیاں اسلام اور صرف اسلام کے لئے دی تھیں اور اسلام بھی وہ جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے' قائد اعظم اور علامہ اقبال کا اسلام نہیں۔

میرے بھائیو! دیکھو تمہاری رواداری نے کیا دن دکھائے ہیں کہ اب اس اسلامی مملکت کی اسلامی اسمبلی میں کوئی رکن اسے اسلامی ایوان کہہ دے تو اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے۔ اقلیتیں کس حد تک ہمارے سرچڑھ آئی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ۲۰ دسمبر ۱۹۹۳ء کو مولانا عبدالرحیم چترالی نے جب نکتہ اعتراض پر بحث کرتے ہوئے ایوان کو اسلامی ایوان کہا تو اس دور کا ابولہب فادر روفن برداشت نہ کرسکا۔ اس نے فوراً اعتراض کیا کہ یہ اسلامی ایوان نہیں اس میں ہم بھی موجود ہیں۔ (بحوالہ روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۱ دسمبر ۱۹۹۳ء) تمہارے منتخب نمائندوں میں اگر ذرہ برابر بھی غیرت ہوتی تو اس کو اسمبلی سے اٹھا کے باہر پھینک دیتے۔ مگر انہیں کیا ضرورت' ان کی اسلام سے کون سی رشتہ داری ہے؟

پاکستان کے مسلمانو! تم تاریخ کے ایک نازک موڑ پہ آپہنچے ہو۔ تمہیں اب بہت ہی اہم فیصلے کرنا ہیں۔ تمہارے ملک کی اقلیتیں تم سے' تمہارے دینی شعائر سے مذاق و تضحیک کی اجازت طلب کررہی ہیں' قانون گستاخ رسول ﷺ کی سزا کی منسوخی کی صورت میں تم سے تمہارے نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا لائسنس مانگا جارہا ہے اور تم سے رواداری کے نام پر تمہاری غیرت و حمیت کا سودا کیا جارہا ہے۔

لیکن ٹھہرو! یہ سودا کرنے سے پہلے وہ صدائیں سن لو جو آج بھی بدر کے میدان سے' احد کے پہاڑ سے اور کربلا کے ریگزار سے بلند ہورہی ہیں' وہ صدائیں جو خندق میں شکم نبوت ﷺ پہ بندھے دو پتھروں' مسافران تبوک کے خشک لبوں اور یمامہ میں شہداء کے کٹے جسموں سے اٹھ رہی ہیں۔ دیکھو مکہ سے مدینہ تک' مدینہ سے کربلا تک' کربلا سے بغداد تک' بغداد سے سرنگاپٹم تک' سرنگاپٹم سے بالاکوٹ تک' اک صداؤں کا سلسلہ ہے کہ شاید کہیں سے اٹھتی کوئی لہر تمہاری سماعت سے ٹکرا جائے۔

ہاں وہ دیکھو! تپتی ریت پہ بھاری پتھروں تلے بلالؓ کی آہیں تمہیں پکار رہی ہیں' راہ حق کی پہلی شہید سمیہؓ کی نگاہیں تمہیں بلا رہی ہیں' سولی پہ جھولتے جسم خبیبؓ سے بھی آوازیں آرہی ہیں' خنساءؓ بھی کڑیل جوانوں کو غیرت دلارہی ہیں اور جنت میں حوریں بھی شہیدوں کو جھولا جھلارہی ہیں۔

سنو! انگاروں پر لوٹتی خبابؓ کی کمر' مصعبؓ کے کٹے بازو' جعفرؓ کے سینہ پر لگے ۹۰ زخم اور دھاگے میں پروئے سید الشہداءؓ کے ناک و کان تمہیں بلا رہے ہیں۔

اور ہاں سنو! احد کے شہداء کی نعشوں میں دبے' زندگی کی آخری ساعتوں میں سعدؓ بن ربیع بھی تمہیں یہ پیغام سنا رہے ہیں "مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہنچادینا کہ اگر کافر حضور ﷺ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے تو اللہ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا۔" (بحوالہ "حکایات صحابہ" ص ۱۷۵)

ہاں مسلمانو! آج بھی کتنے کافر' کتنے مرتد' کتنے ملحد' کتنے ابولہب' کتنے ابوجہل' کتنے ولید' کتنے عتبہ' کتنے راجپال' کتنے رشدی' ناموس نبی ﷺ پر غرا رہے ہیں۔ دیکھو تمہارے دین کی طرف بڑھنے والے ہاتھ یا اٹھنے والے قدم باقی بچ گئے یا صحابہؓ کی شان میں طعن کرنے والی زبانیں بولتی رہ گئیں' یا ناموس رسالت ﷺ کو داغدار کرنے کے لئے بے قرار گردنوں پہ لگے سر رہ گئے یا محمد عربی ﷺ اور ان کے گھرانے کی طرف اٹھنے والی آنکھیں چمکتی رہ گئیں تو اللہ کے یہاں تمہارا بھی کوئی عذر نہ چل سکے گا۔ دیکھو گھبراؤ مت' آؤ میرے ساتھ

چلو نکھاریں گے اپنے لہو سے عارض گل
یہی ہے رسم وفا اور من چلوں کا شعار

دیکھنا باطل کو کہیں یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ آج مسلمانوں میں کوئی بھی علم الدین باقی نہ رہا' کوئی بھی غازی عبدالقیوم نہ رہا اور کوئی بھی غازی مرید حسین شہید نہ رہا۔ جان تو آنی جانی ہے' موت بھی ہر صورت آنی ہے اور دنیا سے بھی اک دن جانا ہے۔ علم الدین کی راہوں پہ چل کے جاؤ گے تو بہشت کے دروازوں پہ تسنیم و کوثر کے جام لئے آقا ﷺ کو منتظر پاؤ گے اور رب رحیم کے ہاں رزق کریم کھاؤ گے۔ یہ راہ کٹھن اور دشوار نہیں' سیدھی اور روشن ہے' بس سوچ میں نہ پڑ جانا کہ

جو سوچتا رہا' رہا گمنام و نامراد
جو بڑھ کے جل گیا وہی پروانہ بن گیا

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری

مولانا محمد زاہد الراشدی

مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد

سوات ہمارے آباؤ اجداد کا وطن ہے جہاں سے ہمارے بڑے کسی دور میں نقل مکانی کر کے ہزارہ کے وسطی ضلع مانسہرہ کے مختلف اطراف میں آباد ہو گئے تھے' اسی وجہ سے ہمارا تعارف سواتی قوم کے طور پر ہوتا ہے اور عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب زید مجدہم کے نام کے ساتھ سواتی کی نسبت مستقل طور پر شامل رہتی ہے۔ مگر مجھے زندگی میں اس سے قبل کبھی سوات جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ دنوں مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کے حوالے سے اس خطہ کے حالات کا براہ راست جائزہ لینے کا داعیہ پیدا ہوا تو دو تین روز کے لیے سوات جانے کا پروگرام بن گیا اور ۱۰ ستمبر ہفتہ کی شام سے ۱۲ ستمبر پیر کی عصر تک ضلع سوات کے مختلف مقامات پر حاضری اور سرکردہ حضرات سے ملاقاتوں کا موقع ملا۔ اس دوران مینگورہ' سیدو شریف' خوازہ خیلہ' مٹہ اور بشام میں احباب کے ساتھ متعدد نشستیں ہوئیں۔ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن' شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد' مولانا قاری عبد الباعث' مولانا محمد زمان' مولانا قاری حبیب احمد' حاجی سلطان یوسف' مولانا احمد اور جناب محمد ابراہیم حقیقت پسند کے علاوہ ہائی کورٹ کے وکیل جناب شیر محمد ایڈووکیٹ اور سرکاری حکام میں سے ایک ذمہ دار شخصیت کے ساتھ ملاقاتیں بہت سود مند رہیں اور تحریک نفاذ شریعت کے پس منظر اور حالات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملی۔ آج سے ربع صدی قبل تک سوات' دیر اور چترال پاکستان کے اندر مستقل ریاستوں کی حیثیت رکھتے تھے اور سوات میں والی' دیر میں نواب اور چترال میں مہتر صاحبان اپنی ریاستوں کے اندرونی نظم و نسق میں خود مختار تھے۔ ان کا عدالتی نظام بھی اپنا اپنا تھا۔ سوات کی صورت حال یہ تھی کہ قضاء شرعی کا نظام قائم تھا اور قاضی صاحبان شرعی قوانین کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔ اگرچہ مرور زمانہ کے ساتھ قضا کے اس نظام میں رشوت اور سفارش کے جراثیم سرایت کر آئے تھے اور اس دور کے بہت سے قاضی صاحبان کے بارے میں اچھی روایات سننے میں نہیں آتیں' تاہم لوگوں کو سستا اور فوری انصاف مل جاتا تھا اور مقدمات کے فیصلوں کے لیے زیادہ دیر تک پریشان نہیں رہنا پڑتا تھا۔ بالخصوص قصاص کے مقدمات بروقت نمٹ جاتے تھے اور فریقین زیادہ عرصہ تک کھینچا تانی کے عذاب میں مبتلا رہنے سے بچ جاتے تھے۔ اس کے ساتھ مختلف علاقوں میں والی سوات کے انتظامی نمائندوں کو بھی عدالتی اختیارات حاصل تھے اور وہ علاقائی رواج کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ یہ سسٹم اس وقت تک قائم رہا جب ۶۹ء میں سوات' دیر اور چترال کی الگ حیثیت ختم کر کے تینوں ریاستوں کو پاکستان میں ضم کر لیا گیا اور دستور پاکستان کے مطابق ملک کے انتظامی اور عدالتی ڈھانچوں کا دائرہ ان ریاستوں تک وسیع کر دیا گیا۔ پاکستان میں ضم ہو جانے کے بعد پاکستان کے انتظامی اور عدالتی ضوابط کا ان علاقوں پر اطلاق ہوا اور تینوں ریاستوں کو الگ الگ ضلع کی حیثیت دے کر وہاں ڈپٹی کمشنر' ایس پی اور سیشن جج مقرر کر دیے گئے۔ اس طرح پاکستان کا عدالتی نظام جو برطانوی نو آبادیاتی حکومت کا ورثہ ہے اور عرف عام میں انگریزی عدالتی نظام کہلاتا ہے' سوات' دیر اور چترال کے تین نئے اضلاع پر بھی لاگو ہو گیا۔

غالباً ۷۵ء میں دیر میں جنگلات کی رائلٹی کے حوالہ سے ایک عوامی تحریک اٹھی جس نے حکومت کے خلاف مسلح تصادم کی شکل اختیار کر لی۔ اس تحریک کے مطالبات میں سابقہ عدالتی سسٹم کی بحالی کا مطالبہ بھی شامل تھا جس کے نتیجے میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے "فاٹا ریگولیشن" کے تحت اس خطہ میں ایک نیا عدالتی نظام نافذ کر دیا۔ یہ ریگولیشن مالاکنڈ ڈویژن کی حدود میں نافذ کیا گیا' جس میں سوات' دیر اور چترال کے تین اضلاع کے علاوہ مالاکنڈ کا صوبائی حکومت کے زیر انتظام علاقہ بھی شامل ہے۔ اس عدالتی نظام میں فوجداری اور دیوانی دونوں قسم کے مقدمات میں ڈپٹی کمشنر کو کلیدی حیثیت حاصل تھی اور عدالتی افسران کے تقرر اور اپیلوں کی سماعت میں اس کے فیصلے حتمی شمار ہوتے تھے۔ وکلاء صاحبان نے اس عدالتی نظام کو بنیادی حقوق اور آئینی تحفظات کے منافی قرار دیتے ہوئے "فاٹا ریگولیشن" کو پشاور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا اور ایک طویل جنگ لڑی جس کے نتیجے میں ہائی کورٹ نے "فاٹا ریگولیشن" کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب جناب آفتاب احمد شیرپاؤ اپنے پہلے دور میں وزارت اعلیٰ کے منصب پر فائز تھے' ان کی حکومت نے ہائی کورٹ کا فیصلہ تسلیم کرنے کی بجائے اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ جس کی وجہ سے "فاٹا ریگولیشن" کا عدالتی سسٹم اس کے بعد بھی بدستور اس علاقہ میں قائم و جاری رہا۔

"فاٹا ریگولیشن" وکلاء کی طرح علماء اور دینی حلقوں کے لئے بھی قبول نہیں تھا اور وہ بھی اسے ظالمانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دائرہ میں اس کے خلاف جدوجہد کرتے رہے مگر "فاٹا ریگولیشن" کے خاتمہ پر متفق ہونے کے باوجود اس کے بعد عدالتی نظام کے بارے میں دونوں کے اہداف الگ الگ تھے۔ وکلاء یہ چاہتے تھے کہ "فاٹا ریگولیشن" کے خاتمہ کے بعد اس خطہ میں وہی عدالتی نظام رائج ہو جو پاکستان کے دوسرے علاقوں میں آئین کے تحت کام کر رہا ہے۔ جبکہ علماء کرام اور دینی حلقے پاکستان کے عدالتی نظام کو انگریزی عدالتی نظام سمجھتے ہوئے اس کی بجائے خالصتاً شرعی نظام کے نفاذ کے خواہاں تھے۔ چنانچہ "فاٹا ریگولیشن" کے خلاف دونوں طبقوں کی جدوجہد جاری رہی تا آنکہ سال رواں کے آغاز میں بارہ فروری کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے "فاٹا ریگولیشن" کو غیر آئینی قرار دینے کے بارے میں پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کی توثیق کر دی اور اس کے ساتھ ہی "فاٹا ریگولیشن" اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔

یہ وہ مرحلہ تھا جب مالاکنڈ ڈویژن میں "تحریک نفاذ شریعت محمدی" جو اس سے قبل بھی فاٹا ریگولیشن کے خاتمہ اور شرعی نظام کے نفاذ کے لئے مطالبات کے ساتھ دھیرے دھیرے عوامی حلقوں میں آگے بڑھ رہی تھی' ایک نئے جوش و جذبہ کے ساتھ ابھری اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے علاقہ کی سب سے بڑی عوامی قوت کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس تحریک کے قائد مولانا صوفی محمد ہیں جو عالم دین ہیں' ایک عرصہ تک جماعت اسلامی سے وابستہ رہے ہیں' ڈسٹرکٹ کونسل دیر کے چیئرمین بھی رہے ہیں۔ مگر گزشتہ سات آٹھ برس سے کسی بھی جماعت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ مختلف دینی جماعتوں کے وجود اور ووٹ کی سیاست کو حرام اور نفاذ اسلام کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ضلع دیر کی تحصیل لعل قلعہ میں دارالعلوم میزان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور قدیم وضع کی منصلب دینی شخصیت کے حامل ہیں۔

مولانا صوفی محمد کی زیر قیادت "تحریک نفاذ شریعت محمدی" کا بنیادی مطالبہ یہ تھا کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے تحت "فاٹا ریگولیشن" کے خاتمہ سے اس خطہ میں قانونی نظام کا جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پاکستان کے مروجہ عدالتی نظام کے ذریعہ نہیں بلکہ خالص شرعی عدالتی نظام کے ذریعہ پر کیا جائے اور مالاکنڈ ڈویژن میں مکمل شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا

جائے۔ اس مطالبہ پر اس علاقہ کے مسلمان جس طرح دیوانہ وار جمع ہوئے اور اپنا سب کچھ نفاذ شریعت کے "جہاد" کے لئے پیش کردیا' وہ ان غیور مسلمانوں کی دینی غیرت اور شریعت اسلامیہ کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی کا مظہر ہے۔

"تحریک نفاذ شریعت محمدی" میں ملاکنڈ ڈویژن اور باجوڑ ایجنسی کے عوام نے جو بے مثال قربانیاں دی ہیں' ان کی تفصیلات ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہیں اور مستقبل قریب میں ملاکنڈ ڈویژن کے دوسرے سفر کے بعد انشاء اللہ قارئین کو ان سے آگاہ کیا جائے گا۔ تاہم اس موقع پر صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ تحریک کی طرف سے روڈ بلاک کرنے کے فیصلے پر شدید سردی میں ایک محتاط اندازے کے مطابق تیس سے چالیس ہزار افراد مسلسل سات روز تک کھلی سڑک پر بستر ڈالے پڑے رہے' لوگوں نے اپنی جائیدادیں اور عورتوں نے اپنے زیورات بیچ کر نفاذ شریعت کے جہاد میں شرکت کے لیے اسلحہ خریدا اور اس خطہ کے عوام نے تحریک میں شرکت کے لیے بالکل اسی جذبہ اور جوش و خروش کے ساتھ تیاری کی جس طرح کسی دور میں باقاعدہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے تیاری کی جاتی تھی۔

تحریک نفاذ شریعت کا موجودہ دور سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد شروع ہوا' لوگ سڑکوں پر آئے' روڈ بلاک کیے گئے' بعض مقامات پر سرکاری فورسز سے تصادم بھی ہوا' متعدد قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور مئی ۹۴ء کے دوران صوبائی حکومت نے وعدہ کرلیا کہ ملاکنڈ ڈویژن میں شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ غالباً" اس مقصد کے لیے چار ماہ کی مدت بھی متعین کردی گئی مگر مدت ختم ہونے کے بعد بھی جب نفاذ شریعت کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو لوگ دوبارہ سڑکوں پر آگئے' پھر سڑکیں بند کردی گئیں' کچھ سرکاری افسران یرغمال بنائے گئے' بعض مقامات پر تصادم میں ایک ایم۔ پی۔ اے سمیت درجنوں افراد جاں بحق ہوئے' ہوائی اڈے سمیت بہت سی سرکاری عمارتوں پر تحریک کے کارکنوں نے قبضہ کرلیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حکومت کو اپنا نظم و نسق بحال کرنے کے لیے فوج طلب کرنا پڑی۔ یہ نازک مرحلہ تھا' جب دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ "تحریک نفاذ شریعت محمدی" کے بارے میں یہ تاثر دے رہے تھے کہ اس خطہ کے لوگوں نے شریعت کے نام پر پاکستان کے خلاف بغاوت کردی ہے اور بعض حلقے اس تاثر کو عام کرنے میں مصروف تھے کہ کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لیے بھارتی ایجنسیوں نے ملاکنڈ ڈویژن میں یہ صورت حال پیدا کی ہے۔ ادھر علاقہ میں حالات کا منظر یہ تھا کہ تحریک کے ہزاروں کارکن مسلح تھے اور جہاد کے جذبہ کے ساتھ نفاذ شریعت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اس کیفیت میں جب امن و امان کی بحالی کے لیے فوج حرکت میں آئی تو یقینی بات ہے کہ حساس دل لرزنے لگے اور مضطرب دلوں کے اضطراب میں کئی گنا اضافہ ہوگیا کہ پاکستان کی مسلح فوج اور تحریک نفاذ شریعت کے مسلح کارکن آمنے سامنے ہیں' خدا جانے نتائج کس قدر خوفناک ہوں گے۔ مگر بے ساختہ سلام عقیدت پیش کرنے کو جی چاہتا ہے تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمد اور مسلح افواج کے علاقائی کمانڈر جنرل فضل غفور کو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحیح سمت راہنمائی کی اور ان دونوں نے کمال تدبر اور بصیرت کے ساتھ حالات کو اس طرح سنبھال لیا کہ پاکستان آرمی اور ملک کے دینی حلقوں کو آمنے سامنے تصادم کی کیفیت میں دیکھنے کے خواہشمند حلقوں کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ ہوا یوں کہ مولانا صوفی محمد نے حالات کی نزاکت اور سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے خود کو فوج کے حوالہ کردیا اور کہا کہ میں ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہوں' مگر فوج اور عوام میں تصادم کسی صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تصادم فوجی حکام بھی نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ مولانا صوفی محمد نے فوجی حکام کے ہمراہ تحریک کے مراکز کا دورہ کیا اور جس طرح ممکن ہوا انہیں سمجھا بجھا کر گھروں میں واپس کیا۔ مولانا صوفی محمد ویسے بھی "تحریک نفاذ شریعت محمدی" میں تشدد کے رجحانات کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں' ان کا کہنا ہے کہ افسران کو یرغمال بنانے اور گولی چلانے کے واقعات ان کی ہدایات اور مرضی کے بغیر ہوئے ہیں اور انہوں نے کھلم کھلا ان واقعات سے برائت اور بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے کارکنوں کو اسلحہ اور جہاد کی ترغیب ضرور دی ہے' لیکن جب تک حکومت پاکستان شریعت اسلامیہ کے وعدہ پر قائم ہے اور اس سے انکار نہیں کرتی' اس وقت تک ہتھیار اٹھانے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہتھیار اٹھانا جہاد کہلائے گا۔ الغرض کھلم کھلا تصادم کے خطرات ٹل جانے کے بعد تحریک نفاذ شریعت اور صوبائی حکومت کے درمیان مذاکرات کے نئے سلسلہ کا آغاز ہوا جس کے نتیجہ میں ملاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کے لیے ایک معاہدہ طے پاگیا جو صوبائی سیکرٹری قانون جناب سلیم خان کے ایک تحریری مکتوب کے مطابق یوں ہے۔

"محترم مولانا صوفی محمد بن الحضرت حسن صاحب
السلام علیکم

آپ کو یاد ہوگا کہ ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء کو تیمرگرہ کے مقام پر صوبائی چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری اور آپ کے درمیان ملاکنڈ ڈویژن میں نفاذ نظام شریعت ریگولیشن ۱۹۹۴ء کے بارہ میں بات چیت ہوئی۔ اس ریگولیشن کے تحت شریعت کی تعریف نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء کے مطابق کی گئی ہے۔ یعنی احکامات اسلام قرآن و سنت کے مطابق اور اجماع اور قیاس کی روشنی میں۔ اس کے علاوہ تمام اسلامی قوانین کا اطلاق اس ریگولیشن کے تحت اس علاقہ میں کیا جائے گا۔ مزید کہ اسلامی قوانین پر عملدرآمد اسلامی عدلیہ کے نظام کے تحت کرنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قاضی کے منصب کو بھی عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ ضلعی قاضی کا منصب اس ریگولیشن میں شامل کیا گیا ہے۔

آپ نے ملاقات کے دوران اس بات پر زور دیا تھا کہ تحصیل قاضی کا تقرر کرنا اہم ضرورت ہے اور یہ کہ منصب قاضی پر فائز حضرات اسلامی فقہ پر دسترس رکھتے ہوں۔

حکومت نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ تحصیل قاضی منصب تسلیم کرلیا جائے' جن کے دائرہ اختیار میں دیوانی اور فوجداری دونوں اختیارات ہوں گے اور یہ کہ اسلامی یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگ قاضی کے منصب کے حق دار ہوں گے۔ اس کے لیے تقرری کے قوانین میں مناسب تبدیلی کی جارہی ہے۔ قاضی صورۃ اور سیرۃ قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔ فوری اجراء کے لیے وہی عدالتی افسر قاضی کے منصب پر فائز ہوں گے جنہوں نے تسلیم شدہ شرعی کورس کیا ہوا ہو۔ قاضی کو وہ تمام اختیارات دیے گئے ہیں جن کی رو سے وہ پولیس اور انتظامیہ کو مقدمات اور معاملات کے شرعی فیصلہ کرنے میں اور جزا اور سزا کو عملی طور پر نافذ کرنے میں بروئے کار لاسکیں۔

ملاکنڈ ڈویژن میں قانونی خلا کو پر کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ میرا یقین ہے کہ ملاکنڈ ڈویژن کا پاٹا نفاذ نظام شریعت ریگولیشن ۱۹۹۴ء کے نئے مسودہ میں ہر وہ عنصر موجود ہے جس کی بنا پر یہ علاقہ امن و امان اور خوشحالی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اسی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں جس کی قوم کو آپ سے توقع ہے اور اس نظام کو عملی جامہ پہنانے میں معاونت فرمائیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ تجربہ و مشاہدہ کے بعد اگر تغیرات کی ضرورت پڑے گی تو اس کے لیے بھی مناسب اقدامات کیے جائیں گے"۔

حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ یہی نظام کہ جس کا اہتمام ملاکنڈ ڈویژن میں کیا جائے گا' کوہستان ضلع میں بھی بیک وقت نافذ کیا جائے گا۔

مولانا صوفی محمد امیر تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے نام صوبہ سرحد کے سیکرٹری قانون جناب سلیم خان کے اس مکتوب پر ان دونوں حضرات کے علاوہ صوبائی سیکرٹری داخلہ جناب ایوب خان کے دستخط بھی موجود ہیں اور یہ مکتوب ۲۶ نومبر ۹۴ء کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے چار روز بعد یکم دسمبر ۹۴ء کو گورنر سرحد نے مندرجہ ذیل ریگولیشن جاری کیا۔

ملاکنڈ ڈویژن نفاذ شریعت ریگولیشن ۱۹۹۴

پشاور (نمائندہ خصوصی) حکومت صوبہ سرحد نے ملاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت ریگولیشن کا نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے۔ اس آرڈیننس کے تحت ۲۲ قوانین ملاکنڈ ڈویژن میں نافذ کردیے گئے ہیں جن میں ۱۲ ضیاء الحق شہید دور کے مرتب کردہ قوانین ہیں۔ نواز شریف دور میں تشکیل پائے گئے تھے۔ جمعرات کے روز جاری ہونے والے نوٹیفکیشن کے مطابق گورنر سرحد میجر جنرل (ریٹائرڈ) خورشید علی خان کے جاری کردہ ریگولیشن میں کہا گیا ہے۔

۱۔ یہ ریگولیشن صوبائی انتظام کے تحت قبائلی علاقہ جات (نفاذ شریعت) ریگولیشن ۱۹۹۴ء کہلائے گا۔ (۲) یہ چترال' دیر'

سوات (جس میں کلام شامل ہے)' بونیر اور ملاکنڈ محفوظ علاقہ پر مشتمل ملاکنڈ ڈویژن کے صوبائی انتظام کے تحت تمام قبائلی علاقہ جات پر وسعت پذیر ہوگا۔ (۳) یہ فوراً نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ اس ریگولیشن میں' تاوقتیکہ سیاق و سباق عبارت سے کچھ اور مطلب نہ نکلتا ہو' مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی وہی لیے جائیں گے جو بذریعہ ہذا ان کے لیے بالترتیب مقرر کیے گئے ہیں' یعنی (ا) عدالت سے مراد ملاکنڈ ڈویژن میں فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت قائم کردہ مجاز اختیار سماعت کی قانونی عدالت ہے۔ (ب) حکومت سے مراد ہے حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ۔ (ج) عدالتی افسر سے مراد ہے کسی عدالت کی صدارت کے لیے باضابطہ طور پر متعین اور ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج/ ضلعی قاضی' ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج/ ضلعی قاضی/ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ جج/ اضافی ضلع قاضی' سینئر سول جج/ اعلیٰ علاقہ قاضی' دیوانی سول جج/ علاقہ قاضی دیوانی اور مجسٹریٹ/ علاقہ قاضی فوجداری۔ (د) معاونین قاضی سے مراد ہے وہ اشخاص جن کا نام دفعہ ۶ کے تحت عدالت میں مرتبہ معاونین قاضی کی رواں فہرست میں درج ہوں۔ (ہ) مقررہ سے مراد ہے اس ریگولیشن کے تحت بنائے گئے قواعد سے مقرر کردہ۔ (و) "جدول" سے مراد ہے اس ریگولیشن سے منسلک کوئی جدول اور (ح) "شریعت" سے مراد ہے قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام۔

۳۔ (ملاکنڈ ڈویژن کو بعض قوانین کا اطلاق)۔ (۱) جدول کے خانہ ۲ میں مصرحہ قوانین' اسی شکل میں جیسے کہ اس ریگولیشن کے آغاز نفاذ سے فوری پیشتر شمال مغربی سرحدی صوبہ میں نافذ العمل ہیں اور ممکنہ حد تک تمام قواعد نوٹیفکیشن اور احکام جو ان کے تحت بنائے یا جاری کیے گئے ہوں' مذکورہ علاقہ میں نافذ العمل ہوں گے۔ (۲) مذکورہ علاقہ میں نافذ العمل تمام قوانین' بشمول ذیلی دفعہ (۱) میں ذکر کردہ قوانین کا اطلاق (ا) مستثنیات اور ترمیمات کے تابع ہوگا جس کی وضاحت اس ریگولیشن میں کی گئی ہے۔

۴۔ (بعض قوانین کی موقوفی کار)۔ اگر اس ریگولیشن کے آغاز نفاذ سے فوری پیشتر مذکورہ علاقہ میں کوئی ایسی دستاویز نافذ العمل تھی یا رواج یا معمول نافذ العمل تھا جسے قانون کا درجہ حاصل تھا اور جو اس ریگولیشن کے ذریعہ مذکورہ علاقہ میں نافذ کیے جانے والے کسی قانون کے امور کے مماثل پایا جائے تو اس آغاز نفاذ کے ساتھ ہی وہ قانونی دستاویز' رواج یا معمول مذکورہ علاقہ میں بے اثر ہو کر موقوف ہو جائے گا۔

۵۔ (عدالت یا عدالتی افسران اور ان کے اختیارات و کارہائے منصبی) (۱) قوانین پر عملدرآمد کے لیے مذکورہ علاقہ میں عدالتوں کے عدالتی افسران ان عہدوں سے موسوم ہوں گے جو جدول دوئم کے خانہ ۳ میں مصرحہ ہیں۔ (۲) فوجداری یا دیوانی مقدمات کی کاروائی اور کار کردگی سے متعلق' وہ تمام اختیارات' کارہائے منصبی اور فرائض جو کسی فی الوقت نافذ العمل قانون کے تحت شمال مغربی سرحدی صوبہ میں عدالتی افسران کو عطا کردہ' منتقل کردہ یا عائد کردہ ہیں' اوپر مذکور طور پر عہدوں سے موسوم عدالتی افسران استعمال کریں گے' سرانجام دیں گے اور بجالائیں گے۔

۶۔ (۱) حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعہ' ان مقدمات کی درجہ بندی کرے گی جن میں عدالت ایک یا زیادہ معاونین قاضی کو عدالت کی مدد کے لیے اپنے ساتھ شریک کار کرنے کے لیے کہہ سکے گی۔ (۲) ذیلی دفعہ (۱) کے مقصد کے لیے حکومت وقتاً فوقتاً ہر ضلع یا علاقہ کے لیے تیس کی حد تک ایسے اشخاص کی فہرست مرتب کرے گی جو دیانتداری کی شہرت رکھتے ہوں اور اچھے کردار کے مالک ہوں جو معاونین قاضی جانے جائیں گے۔

۷۔ (مصلح مقرر کرنے کا اختیار)۔ جہاں اس ریگولیشن کے تحت قابل سماعت تنازعہ کے فریقین رضامند ہوں تو عدالت اس کو شریعت کے مطابق تصفیہ کے لیے فریقین کی باہمی رضامندی سے مقرر کردہ ایک یا زیادہ مصلحین کے حوالے کر سکے گی۔

۸۔ (عدالتی افسران کا طریق عمل)۔ (۱) جدول دوئم میں مصرحہ عدالتی افسران کا طریق عمل اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ (۲) حکومت وقتاً فوقتاً ذیلی دفعہ (۱) کے مقاصد کے لیے ایسی تدابیر اختیار کرے گی جو وہ ضروری تصور کرے۔

۹۔ (عدالت اور اس کے دستاویزات کی زبان) عدالت کے تمام حکمنامہ جات اور کاروائی بشمول عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ' شہادت' حکم' بحث و فیصلہ اردو میں درج کیے اور زیر عمل لائے جائیں گے۔

۱۰۔ (قواعد بنانے کا اختیار) حکومت اس ریگولیشن کے مقاصد کے حصول کے لیے قواعد وضع کر سکے گی۔

۱۱۔ (تنسیخ) (۱) صوبائی انتظام کے تحت قبائلی علاقہ جات فوجداری قانون (خاص امور)' ریگولیشن ۱۹۷۵ء (شمال مغربی سرحدی صوبہ ۱۹۷۵ء کا ریگولیشن اول) اور صوبائی انتظام کے تحت قبائلی علاقہ جات دیوانی طریقہ کار (خاص امور)' ریگولیشن ۱۹۷۵ء (شمال مغربی سرحدی صوبہ ۱۹۷۵ء کا ریگولیشن دوئم) لہٰذا منسوخ کیے جاتے ہیں۔ (۲) اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت منسوخی یا دفعہ ۴ کے تحت کسی قانون' کسی قانونی دستاویز' رواج یا معمول کی موقوفی کے باوجود تنسیخ یا موقوفی جیسی بھی صورت ہو۔ (ا) کسی ایسی چیز کا احیا نہیں کرے گی جو اس وقت نافذ العمل یا موجود ہو جب تنسیخ یا موقوفی عمل میں آئے' (ب) قانون' قانونی دستاویز' رواج یا معمول کے سابقہ عمل یا ان کے تحت باضابطہ کیے ہوئے فعل یا برداشت کردہ نقصان کو متاثر نہیں کرے گی' (ج) قانون' قانونی دستاویز' رواج یا معمول کے تحت حاصل شدہ کسی حق' پیدا شدہ کسی استحقاق یا عائد شدہ کسی وجوب یا ذمہ داری کو متاثر نہیں کرے گی' (د) قانون' قانونی دستاویز' رواج یا معمول کے خلاف کسی جرم کے ارتکاب کی بنا پر عائد شدہ کسی تاوان' ضبطی یا سزا کو متاثر نہیں کرے گی' (ہ) کسی حق' استحقاق' وجوب' ذمہ داری' تاوان' ضبطی یا سزا کی بابت کسی تفتیش' قانونی کاروائی یا چارہ جوئی شروع کی جاسکے گی' جاری رکھی جاسکے گی یا نافذ کی جاسکے گی' اور کوئی ایسا تاوان' ضبطی یا سزا اس طرح عائد کی جاسکے گی گویا قانون' قانونی دستاویز' رواج یا معمول منسوخ نہیں ہوگیا تھا' یا جیسی صورت ہو' موقوفی سے بے اثر نہیں ہوگیا تھا۔

(جدول اول)۔ بحوالہ تمہید' دفعہ ۲ (ز) اور ۳ (۱) (اسمائے قوانین)۔۱) مغربی پاکستان تاریخی مساجد و زیارت گاہ سرو یہ محجوب آرڈیننس ۱۹۷۰ء (مغربی پاکستان ۱۹۷۰ء کا آرڈیننس پنجم)۔ (الف) ۱۔) مغربی پاکستان عائلی عدالت ہائے ایکٹ ۱۹۶۴ء (مغربی پاکستان ایکٹ سہ و دوئم)۔ ۲) مجموعہ طریق کار دیوانی (ترمیمی) ایکٹ' ۱۹۷۶ء (۱۹۷۶ء کا پانزدہم)۔ ۳) شمال مغربی سرحدی صوبہ انسداد قمار بازی آرڈیننس' ۱۹۷۸ء (شمال مغربی سرحد صوبہ ۱۹۷۸ء کا آرڈیننس پانچ)۔ ۴) مجموعہ طریقہ کار دیوانی (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کا آرڈیننس دہم)۔ ۵) جرائم بر خلاف جائیداد (نفاذ حدود) (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء نو و دہم)۔ ۶) جرم زنا (نفاذ حدود) (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کا آرڈیننس بیسم)۔ ۷) جرم قذف (نفاذ حد) (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کا آرڈیننس بیست و یکم)۔ ۸) (مجموعہ طریق کار دیوانی (ترمیمی آرڈیننس' ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کا آرڈیننس شش دو و سوئم)۔ ۹) احترام رمضان آرڈیننس' ۱۹۸۱ء (۱۹۸۱ء کا آرڈیننس کا بیست و سوئم)۔ ۱۰) وفاقی قوانین (نظر ثانی و تصدیق نامہ) آرڈیننس' ۱۹۸۱ء (۱۹۸۱ء کا آرڈیننس بیست و ہشتم)۔ تاحد صرف دوئم اور دفعہ' ۳ اور اس کے جدول دوئم کے نکتہ ۱۱-۱۵) جرائم خلاف جائیداد (نفاذ حدود) (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۲ء (۱۹۸۲ء کا آرڈیننس دوئم) زکوٰۃ و عشر (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۳ء (۱۹۸۳ء کا آرڈیننس ہفتم)۔ ۱۲) زکوٰۃ عشر (دوسری ترمیم) آرڈیننس ۱۹۸۳ء (۱۹۸۳ء کا آرڈیننس بیست و ششم)۔ ۱۵) قادیانی گروہ کے لاہوری گروہ اور احمدیوں کے خلاف اسلام (انسداد و سزا)' آرڈیننس ۱۹۸۴ء (۱۹۸۴ء کا آرڈیننس بیسم)۔ ۱۶) زکوٰۃ و عشر (ترمیمی) آرڈیننس' ۱۹۸۴ء (۱۹۸۴ء کا آرڈیننس چہار دو و دوئم)۔ ۱۷) شمال مغربی سرحدی صوبہ (نفاذ مخصوص امور قانون کے) ایکٹ' ۱۹۸۹ء (۱۹۸۹ء کا ایکٹ دوئم)۔ ۱۸) مجموعہ طریق کار دیوانی (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۸۹ء (۱۹۸۹ء کا چہارم)۔ ۱۹) زکوٰۃ و عشر (ترمیمی) ایکٹ' ۱۹۹۱ء (۱۹۹۱ء کا بیست و سوئم)۔ ۲۰) نفاذ شریعہ ایکٹ ۱۹۹۱ء (۱۹۹۱ء کا دہم)۔ ۲۱) پاکستان بیت المال ایکٹ' ۱۹۹۲ء (۱۹۹۲ء کا یکم)۔ ۲۲) مجموعہ طریق کارروائی (ترمیمی) ایکٹ' ۱۹۹۴ء (۱۹۹۴ء کا چہارم)۔

(جدول دوئم)۔ بحوالہ دفعات ۲ (ج)' ۵ (۱)' و ۸ (۱)۔ ترمیمی عدد'

ملاکنڈ ڈویژن کے پاٹا کے علاوہ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں عدالتی افسران کا عہدہ/ ملاکنڈ کے پاٹا میں عدالتی افسران کا عہدہ۔

(۱) ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج / ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ضلع قاضی

(۲) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج / اضافی ضلع قاضی

(۳) سینئر سول جج / سول جج اعلیٰ علاقہ قاضی

(۴) سول جج سینئر سول جج اعلیٰ علاقہ قاضی دیوانی۔

(۵) مجسٹریٹ / مجسٹریٹ علاقہ قاضی فوجداری

(شکریہ روزنامہ نوائے وقت' راولپنڈی ۷ر دسمبر ۱۹۹۴ء)

گورنر سرحد کے جاری کردہ اس ریگولیشن کا دائرہ کار ملاکنڈ ڈویژن تک محدود ہے۔ مگر روزنامہ جنگ لاہور ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۴ء میں شائع شدہ کمشنر ہزارہ ڈویژن مسٹر ندیم منظور کی پریس کانفرنس کے مطابق ہزارہ کے ضلع کوہستان کو بھی اس ریگولیشن کے دائرہ میں شامل کرلیا گیا ہے اور وہاں اس کے مطابق اقدامات شروع ہوگئے ہیں۔

تحریک نفاذ شریعت کے مطالبات' عوام کی بے پناہ قربانیوں اور صوبہ سرحد کے سیکرٹری قانون کی تحریری یقین دہانی کے بعد گورنر سرحد کے جاری کردہ "نفاذ شریعت ریگولیشن" کا ایک بار پھر مطالعہ کیجیے اور داد دیجیے بیورو کریسی کی اس چابکدستی پر کہ کس کمال ہوشیاری اور عیاری کے ساتھ نفاذ شریعت کے بنیادی تقاضوں کو گول کرتے ہوئے پاکستان کے دوسرے حصوں میں کار فرما وہی عدالتی سسٹم ملاکنڈ ڈویژن میں بھی نافذ کردیا ہے جس کے نفاذ کے لیے کسی قسم کی جدو جہد کی ضرورت نہ تھی اور "فاٹا ریگولیشن" کے خاتمہ سے پیدا ہونے والا خلاء فوراً ہی عدالتی سسٹم کے ذریعہ پر ہونا تھا اور پھر یہ سسٹم تو تحریک نفاذ شریعت کا تقاضا بھی نہیں تھا بلکہ تحریک تو دراصل اس سسٹم کو روکنے کے لیے شروع ہوئی تھی مگر خدا کیجیے اس بیورو کریسی سے کہ جس عدالتی سسٹم کے نفاذ کو روکنے کے لیے تحریک نفاذ شریعت کے ہزاروں کارکن سڑکوں پر آئے اور جان و مال کی بے پنا قربانی دی گئی' وہی عدالتی سسٹم "نفاذ شریعت ریگولیشن" کے نام پر نافذ کرکے ان لوگوں پر احسان بھی جتلایا جارہا ہے کہ "دیکھو ہم نے تمہارا مطالبہ پورا کردیا ہے"۔ ممکن ہے کچھ دوست اس ریگولیشن کی پیچیدہ زبان کو نہ سمجھ پائیں اس لیے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

○ وہی عدالتی سسٹم جو پاکستان میں رائج ہے وہ ملاکنڈ ڈویژن میں بھی اس ریگولیشن کے ذریعہ نافذ ہوگیا ہے البتہ اس سسٹم میں سیشن جج کو ضلع قاضی' سول جج کو علاقہ قاضی' دیوانی اور مجسٹریٹ کو علاقہ قاضی فوجداری کہا جائے گا۔

○ جو قوانین جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم اور میاں محمد نواز شریف کے دور میں پاکستان میں اسلامائزیشن کے حوالہ سے نافذ ہوئے تھے وہ اس علاقہ میں بھی نافذ ہوگئے ہیں۔

○ عائلی قوانین جو اس خطہ میں پہلے رائج نہ تھے اب اس ریگولیشن کے ذریعے نافذ ہوگئے ہیں۔

○ قاضی صاحبان کے ساتھ معاون قاضی کے طور پر ہر علاقہ میں تیس تک افراد کی فہرست مرتب ہوگی جن کی اہلیت کا معیار یہ ہوگا کہ دیانتداری کی شہرت رکھتے ہوں اور اچھے کردار کے مالک ہوں اور ان کا کام یہ ہوگا کہ قاضی صاحبان (یعنی جج صاحبان) کسی مقدمہ میں ضرورت محسوس کریں تو ان میں سے کسی کو اپنی معاونت کے لیے طلب کرسکیں گے اور اگر کسی مقدمہ کے دونوں فریق باہمی رضامندی سے اپنے مقدمہ کا تصفیہ شریعت کے مطابق چاہیں تو متعلقہ جج اس کیس کو ان میں سے کسی کے حوالہ بطور "مصالحین" کرسکے گا۔

اس "ریگولیشن" کو اگرچہ مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاء نے قبول نہیں کیا مگر عملاً" یہ ریگولیشن نافذ ہوچکا ہے اور تحریک نفاذ شریعت کے راہ نماؤں کے ساتھ "مذاکرات" کا سلسلہ جاری ہے جس کا پلڑا ہمیشہ بیورو کریسی کے حق میں رہتا ہے' جبکہ صوبائی حکومت اپنے طور پر اس "ریگولیشن" کے ذریعہ ملاکنڈ ڈویژن اور کوہستان میں "شریعت" نافذ کر کے سرخرو ہوچکی ہے اور اس کے بعد اس سے کسی مزید پیش رفت کی توقع فضول ہے۔

اس مرحلہ پر تحریک نفاذ شریعت کے حوالہ سے تین چار اہم باتوں کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ میں نے یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی ہے کہ تحریک کے راہ نماؤں کی اکثریت دین اور دینی علم میں پختہ کار ہونے کے باوجود قانون' ڈپلومیسی اور آئین کی وہ زبان نہیں سمجھتی جس زبان میں حکومت کیساتھ معاملات طے پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیورو کریسی اپنی چالوں میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ میرے لیے یہ بات انتہائی پریشان کن تھی کہ ۱۰ر دسمبر سے بارہ دسمبر تک میری ملاقات تحریک نفاذ شریعت کی مجلس شوریٰ کے چار ذمہ دار حضرات سے ہوئی مگر ان میں سے کسی نے یکم دسمبر کو نافذ ہونے والے" نفاذ شریعت ریگولیشن" کا اس وقت تک مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کے بقول یہ ریگولیشن شوریٰ کے اجلاس میں بھی نہیں پڑھا گیا تھا۔ یہ صورت حال اطمینان بخش نہیں ہے۔ تحریک کے لیڈروں کی ذمہ داری تھی کہ وہ پاکستان کے ان علماء سے رابطہ کرتے جو آئین و قانون اور ڈپلومیسی کی زبان کو سمجھتے ہیں اور صوبائی حکومت کے ساتھ معاملات طے کرتے وقت ان علماء سے راہ نمائی حاصل کی جاتی۔ دوسری بات یہ کہ وکلاء اور قانون دان طبقے کو مکمل طور پر اس مہم سے لاتعلق رکھنا بھی تحریک کے مفاد میں نہیں ہے اور نہ ہی اس تحریک کو "طبقاتی کشمکش" میں تبدیل کردینا حکمت و دانش کا تقاضا ہے۔ وکلاء کی ایک بڑی تعداد اسلامی قوانین کا نفاذ چاہتی ہے اور شرعی عدالتی نظام کے حق میں ہے' ان سے رابطہ کرنا' انہیں تحریک میں شریک کرنا اور قانونی معاملات میں ان کی مشاورت اور راہنمائی سے استفادہ کرنا تحریک نفاذ شریعت کے ناگزیر تقاضوں میں سے ہے۔ تیسری بات یہ کہ تحریک کے دوران جزوی اور فروعی باتوں پر اس قدر زور دینا کہ وہ تحریک کے ماٹو اور عنوان کے طور پر متعارف ہوجائیں' فائدہ کی بجائے نقصان کا باعث بن سکتی ہیں۔ مثلاً" تحریک کے دوران اس بات پر زور دیا گیا کہ ٹریفک کو دائیں ہاتھ پر چلانا شریعت کا تقاضا ہے اور اس بات پر اس قدر زور دیا گیا کہ تحریک کے ایک کارکن نے میرے سامنے فخر کے ساتھ ذکر کیا کہ اس نے مینگورہ میں انگریزی قانون کو پورا ایک دن گاڑی دائیں ہاتھ چلا کر پامال کیا۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے' اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے بھی تو بہت جزوی اور فروعی درجہ کی ہے اور اس قسم کی باتوں کو تحریک کا عنوان بنا دینا تحریک کے لیے بدنامی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی طرح داڑھی کا ذکر بھی بار بار ہوتا ہے۔ داڑھی سنت نبویؐ ہے جس کی اتباع اور احترام ہر مسلمان پر ضروری ہے' لیکن اسے بے احترامی سے بچانا اور استہزاء کا ہدف بننے سے روکنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ابھی چند روز قبل خبر آئی کہ تحریک نفاذ شریعت کے راہ نماؤں کے تقاضے پر صوبائی حکومت داڑھی والے افسران تلاش کررہی ہے تاکہ انہیں ملاکنڈ ڈویژن میں تعینات کیا جاسکے۔ ہمارے نزدیک یہ سنت رسولؐ کو مذاق کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے کہ انتظامی اور عدالتی سسٹم تو وہی نو آبادیاتی رہے مگر کرسیوں پر داڑھی والے افسران کو بٹھادیا جائے تاکہ سارے سسٹم کی گندگی ان کی داڑھیوں کے مقدس پردے میں چھپی رہے۔ چوتھے نمبر پر تحریک کے قائدین کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اس وقت پوری دنیا کی نظریں عالم اسلام کی دینی تحریکات پر لگی ہوئی ہیں کیونکہ مغربی جمہوریت اور کیمونزم کی ناکامی کے بعد دنیا ایک نئے نظام کی تلاش میں ہے اور عقل سلیم انسانی فہم و دانش کو فطری طور پر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف متوجہ کررہی ہے' جس کی دعوت لے کر عالم اسلام کی دینی تحریکات اس وقت سامنے آرہی ہیں۔ اس مرحلہ پر اسلام دشمن لابیوں اور مغربی قوتوں کا پورا زور اس بات پر صرف ہورہا ہے کہ عالم اسلام کی دینی تحریکات کی کوئی اچھی تصویر دنیا کے سامنے نہ آنے پائے بلکہ انہیں انسانی حقوق و اخلاق کے تصور سے عاری' تشدد پسند' طبقاتی بالادستی کے خواہاں اور انسانی حقوق کے دشمن کے طور پر متعارف کرایا جائے تاکہ انسانی معاشرہ ان لوگوں کے بارے میں کوئی مثبت سوچ اختیار نہ کرسکے۔ اس تاثر سے خود کو بچانا ضروری ہے اور اس مقصد کے لیے ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرات خلفاء راشدینؓ کی سنت ہمارے لیے کافی ہے۔ اگر ہم دور نبویؐ اور دور خلافت راشدہؓ میں لوگوں کو حاصل معاشرتی' سیاسی' عدالتی اور معاشی حقوق کا صحیح نقشہ اجاگر کرکے دنیا کو اس کی طرف دعوت دینے میں کامیاب ہوجائیں تو آنے والا دور نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اسلام کے غلبہ و نفاذ کا دور ہوسکتا ہے مگر اس کے لیے علم' دانش' تدبر اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق سے نوازیں۔ (بشکریہ ماہنامہ "الشریعہ" گوجرانوالہ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم

دینی مدارس کا وجود ملکی بقاء کیلئے ضروری ہے

دینی مدارس کے خلاف پاکستان و بھارت کے حکمرانوں کی حیرت انگیز مماثلت کی بنا پر یہ تقریر ہمارے ملک کے حالات پر بھی منطبق ہوتی ہے

الحمدللہ کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین۔

میرے عزیز ساتھیو! اور دارالعلوم کے فرزندو! اور شریف خاندان کے افراد! میں اس آیت کو اپنی تقریر کا عنوان بنانا چاہتا تھا، جو ابھی قاری صاحب نے پڑھی، اور یہ بالکل حسب حال ہے بلکہ مسلمانوں کو، امت اسلامیہ کو بالعموم اور حاملین علم کو اور ذمہ داروں کو، اور جو دینی منصب رکھتے ہیں اور جن پر امت کی ذمہ داری ہے، نہ صرف دعوت و اصلاح کی بلکہ امت کے لئے نمونہ بننے کی، ان کے لئے ایک ہدایت بھی ہے اور پیشین گوئی بھی ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے اور اس کے رحیم و رحمٰن ہونے، اس کے عزیز ذو انتقام ہونے، ان تمام صفات کی یہ آیت گویا جلوہ گر ہے اور اس کا ایک دستور العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولنبلونکم بشئی من الخوف، الخ اے مسلمانو! اور پھر آیت کا سیاق بتاتا ہے کہ ان میں بھی (یعنی مسلمانوں میں بھی) جو دعوت کا امتیاز رکھتے ہیں، عقیدے کا امتیاز رکھتے ہیں، ایمانی طاقت کا امتیاز رکھتے ہیں، مسلمانوں کی دعوت و اصلاح کی ذمہ داری کا امتیاز رکھتے ہیں، وہ خاص طور پر مخاطب ہیں، آیت کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ وہ طبقہ جو اونچا طبقہ ہو یا اہل علم کا طبقہ ہو اور جو داعیوں کا طبقہ ہے وہ خاص طور پر مخاطب ہے ولنبلونکم بشئی من الخوف اور ہم تمہاری آزمائش کریں گے ضرور تھوڑے سے خوف سے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور رحمت ہے کہ وہ بشئی من الخوف کہہ رہا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کہہ رہا ہے اللہ کے نزدیک جو بھی بڑے سے بڑے مصائب پیش آتے ہیں، بڑے سے بڑے خطرات درپیش ہوتے ہیں، یہ سب اس کے نزدیک بشئی من الخوف ہے، اس سے تسکین دینی بھی مقصود ہے اور حقیقت بیان کرنی بھی مقصود ہے کہ بہت بڑی گھناؤنی مہیب حائل اور لرزہ براندام کرنے والی چیز تو بڑی چیز ہے اس کا تحمل بھی نہیں، یہ جو مسائل پیش آتے ہیں جو آزمائش پیش آتی ہے یہ بشئی من الخوف ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے تسکین بھی دی ہے، اور تیار بھی کر دیا اس کے لئے کہ وہ بہت اہمیت نہ دے کہ بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات یہ سب لفظ بتاتے ہیں کہ نقص من الاموال والانفس والثمرات اس کو لفظ نقص سے تعبیر کیا اور اس کو شئی من الخوف سے تعبیر کیا اور وبشر الصابرین، الذین اذا اصابتھم مصیبۃ اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے کہ جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون کہ ہم کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے ہم اللہ کے ہیں اس کو اختیار ہے کہ جو چیز ہمارے لئے پسند کرے، جس چیز کو ہماری ترقی درجات کا ذریعہ سمجھے، جس چیز کو وہ مصلحت سمجھے وہ پیش آسکتی ہے۔

عزیزو! ہم جن کے نام لیوا ہیں اور جن کے وارث ہیں، جن علماء ربانیین کے ہم وارث ہیں اور ہم جہاں بیٹھے ہیں یہ ہمارا مرکز ہے، دینی مدارس عربیہ ان کی روایت شروع سے یہ رہی ہے کہ ان کے چوٹی کے علماء نے اور اپنے زمانے کے گویا مجددین و مجتہدین، معلمین اور داعیوں نے ایسے حالات کا مقابلہ کیا، جو ان کو پیش آئے ہیں وہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ابھی بہت عرصہ نہیں گزرا، سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ آپ پڑھیں تو بعض دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا یحییٰ علی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء جیل خانہ میں تھے ان کو پھانسی کا حکم سنایا گیا لیکن ان کے چہروں پر ایسی مسکراہٹ تھی کہ انگریز مرد اور لیڈیز جو آئی تھیں تماشہ دیکھنے کے لئے اور (Enjoy) کرنے کے لئے گویا لطف اٹھانے کے لئے کہ ہمارے دشمنوں کو پھانسی کی سزا سنائی جائے گی تو ہمارے لئے تفریح کا موقع ہوگا اور خوشی کا، تو دیکھا کہ مولانا جعفر علی تھانیسری، مولانا یحییٰ علی صادق پوری اور ان کے جو ساتھی تھے جب ان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور بالکل معلوم ہوتا تھا کہ خوشخبری کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ تاریخ میں لکھا ہوا ہے، تاریخ کی بات بتا رہا ہے، مولانا جعفر علی تھانیسری کی کتاب "کالا پانی" پڑھیں، سوانح احمدی پڑھیں، اور سیرت سید احمد شہید پڑھیں تو یہ واقعہ ملے گا۔ ان میں سے بعض دریائے حیرت میں ڈوب گئے، بعض قریب آگئے، بعض عورتوں نے کہا تم سمجھ رہے ہو؟ اس وقت ہوش میں ہو؟ حواس تمہارے ٹھیک ہیں؟ کیا تم نے سنا کیا کہا گیا؟ کہا ہم نے سنا ہمیں موت کی سزا دی گئی۔ تو تم اتنے خوش کیوں ہو؟ کہا شہادت کی خوشی میں، تم نہیں جانتے کہ شہادت کیا چیز ہے۔

تو ہندوستان کی کم از کم عدالتی اور قانونی تاریخ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ سزائے موت دی جاتی ہے تو بڑی کوشش کی جاتی ہے کہ دریائے شور کی سزا سے بدل جائے کہ کم سے کم اپنی زندگی باقی رہتی ہے اور وہ کالا پانی بھیج دیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ وہاں برسوں رہ کر آگئے ہیں اور جعفر علی تھانیسری ان ہی لوگوں میں سے ہیں جو انڈومان اور کالے پانی گئے تھے، اس کے بعد پھر ان کو معافی دے دی گئی، تو بڑی کوشش کی جاتی ہے، اور بڑے اعلیٰ درجے کے وکیل لائے جاتے ہیں کہ قانون داں اس میں کامیابی حاصل کریں کہ سزائے موت کو عبور دریائے شور سے بدل دیا جائے۔ لیکن پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا ہمارے علم میں کہ بغیر کسی قانونی چارہ جوئی اور کوشش کے اس خیال سے سزا بدل دی گئی کہ یہ بہت خوش تھے، ہم ان کو خوش کرنا نہیں چاہتے، اس لئے دریائے شور کی سزا دی جاتی ہے اور دی گئی، اور مولانا یحییٰ کا وہیں انتقال ہوا، وہیں مدفون ہیں۔ خیر آباد کے ایک بڑے عالم جو ادیب اور شاعر تھے، مولانا فیض احمد خیر آبادی ان کا ایک دیوان بھی ہے، وہ ہمارے کتب خانے میں بھی ہوگا، وہیں ان کا انتقال ہوا، ان بزرگوں کا جہاں انتقال ہوا، اس کو "کالا پانی" کہا کرتے تھے۔

میرے عزیزو! یہ ہمارے اسلاف کی تو روایت چلی آرہی ہے، اور اس سے مختلف اور کم و بیش بہت سے طریقے ہوتے تھے، جو اس وقت کے حق گو علماء کو اور داعیوں کو بڑی سے بڑی سزا دی جاتی تھی، یہاں جو کچھ پیش آیا یہ بات، یہ پہلو، حکومت کا یہ عمل کتنا بے جا اور ہندوستان کو نقصان

پہنچانے والا ہے' صرف یہی مدارس ہیں جنہوں نے جنگ آزادی میں بڑا حصہ لیا' حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے' حضرت مدنیؒ کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے' مولانا عبدالباری فرنگی محلی کون تھے؟ مدرسہ کے آدمی تھے' مولانا علیؒ خود مولانا آزادؒ اس ندوہ میں جب یہ ندوہ وہاں گولہ گنج میں تھا' وہاں ندوہ میں چھ مہینے رہے اور مولانا شبلیؒ کی سرپرستی اور ان کی رہنمائی میں الندوہ کے نائب ایڈیٹر تھے' آپ کا اخیر تک تعلق رہا اور وہ مجلس انتظامیہ کے رکن بھی رہے اور ان کا بڑا تعلق تھا یہاں سے۔

لیکن یہ جو پیش آیا اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی' اس میں ہمیں بتلایا گیا کہ یہ چیزیں پیش آسکتی ہیں' اور یہ کوئی پھولوں کا فرش نہیں ہے بلکہ یہ وہ راستہ ہے' جس میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی ہیں اور نشیب و فراز بھی ہیں۔ آپ کو اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے' اور نہ اس سے دل شکستہ ہونا چاہئے' اس میں تو سراسر نقصان پہنچا' صفائی کے ساتھ کہتا ہوں۔ حکومت وقت کو اور اس پارٹی کو جو حکومت کر رہی ہے' اس لئے کہ ہندوستان سے باہر کے ممالک میں اس کی بڑی عزت ہے اس ادارہ کی وجہ سے ہندوستان کی بڑی قدر ہے' عالموں کو اور اہل علم کو اور فضلاء کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور دوسرے کم سے کم اسلامی ممالک میں ہندوستان کا بڑا تعارف ہے' موثر اور وقیع تعارف ہے' اور وہ ان مدارس عربیہ کی وجہ سے ہے۔ آپ کہیں چلے جائیے' کسی عرب خطے میں' یہاں سے لے کر مراکش تک آپ چلے جائیے' وہاں آپ انہی مدارس کے نام سنیں گے۔ وہ جانتے بھی نہیں تھے کسی کو' یہاں کے علماء کو جانتے ہیں کہ قاموس کی شرح کس نے لکھی اور اصطلاحات علمیہ پر سب سے بہتر کتابیں پوری اسلامی تاریخ میں دو مانی جاتی ہیں' اور وہ دونوں ہندوستانی عالموں کی ہیں' ایک احمد نگر کے تھے اور ایک تھانہ بھون کے تھے۔ اصطلاحات علمیہ اس طرح کی کتاب ہے' اصطلاحی تشریح میں ذرا بھی غلطی ہو جائے تو کیا سے کیا ہو جاتا ہے' جس کی رہنمائی میں جس طرح جہاز کا نقشہ ہوتا ہے جس کی رہنمائی سے جہاز چلتا ہے اس میں اگر کوئی فرق ہو تو جہاز کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے' یہی اصطلاح کا حال ہوتا ہے پورے اسلامی کتب خانے اور پوری اسلامی ثقافت' علوم اسلامیہ کی تاریخ میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ مسلم کتاب جو ہے ہندوستان کے علماء کی ہے' تمام عرب ممالک میں ہندوستان کی وقعت یہاں کے آثار قدیمہ کی وجہ سے ہے اور نہ بڑی عمارتوں کی وجہ سے ہے اور نہ یونیورسٹیوں اور نہ جامعات کی وجہ سے ہے وہاں اگر قدر ہے تو یہی دیوبند' ندوۃ العلماء' مظاہر العلوم اور یہاں کے فضلاء کی وجہ سے ہے ان کی کتابیں بڑی عزت کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں' پڑھائی جاتی ہیں اور سب جانتے ہیں۔

یہ واقعہ جو پیش آیا کہ ایسا بے محل' بے ضرورت اور غیر عاقلانہ واقعہ تھا' جس کو پریس کانفرنس میں کہا جائے گا' اس کو تو اخباروں میں چھاپا جائے گا' اس کے لئے اظہار خیال کا کوئی بڑا ذریعہ استعمال کیا جائے گا' لیکن آپ سے یہ کہنا ہے کہ اشتعال انگیزی نہ ہو' اور یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بھی اس سعادت کی ہوا لگ گئی' آپ کو بھی وہ جھونکا پہنچ گیا اس ابتلاء و آزمائش کا جو علمائے حقانی کے حصہ میں آیا تھا' جن کی مقبولیت میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس ہوا کا باد خزاں نہیں کہتا باد بہاری کا ایک جھونکا آپ کو بھی لگ گیا ان میں سے بعض لوگوں کو زیادہ حصہ ملا' اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں جن کو چوٹیں آئیں یا جن کو پریشانی اٹھانی پڑی وہ انشاء اللہ اس کا اجر آخرت میں پائیں گے' اور آخرت میں جس وقت وہ اجر آئے گا اس وقت ان کے دل اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹھے بٹھائے ان کو بغیر کوئی بڑا ضرر پہنچائے یہ سعادت عطا فرمائی' ان کو اس کا انعام مل رہا ہے' اور آپ یہ بھی یاد رکھئے کہ کلمہ حق کہنے کے لئے' اور صحیح دعوت پہنچانے کے سلسلہ میں اور علوم نبویہ اور علوم اسلامیہ اور علوم ربانیہ کی حفاظت اور اس کی اشاعت کے سلسلہ کی آپ کو آزمائش بھی پیش آسکتی ہے اور کم سے کم جو آزمائش آئے وہ ہے فاقہ کشی اور عسرت کی زندگی کی' ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کلمہ حق کہیں اور آپ کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے۔ یہ ہمارے اسلاف کی روایت ہے اور یہ چیز قابل مبارکباد ہے' جس کا اثر ہم سب کے دلوں پر ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا اثر ہے۔ جیسے ہی اس واقعہ کی اطلاع ملی زبانی اور ایک خط کے ذریعہ' کیا حال رہا ہے' دن کس طرح گزرا' رات کس طرح گزری' اس کو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ مدارس رہیں گے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس سے اور اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی' یہ مدارس ہی ہیں جو بچانے والے ہیں۔

یہ ملک ڈوب رہا ہے

یہ ملک ڈوب رہا ہے۔ اگر کوئی آواز اٹھتی ہے اس کو بچانے اور راستہ دکھانے کے لئے تو ان ہی مدارس سے اٹھتی ہے؟ اخلاق کی تعلیم کون دیتا ہے؟ انسان کے احترام کی دعوت کون دیتا ہے؟ پیام انسانیت کی تحریک کہاں سے اٹھی؟ اتنا بڑا ملک تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں سنت اور ان کے یہاں کے فقیر تھے۔ ان کے یہاں اعلیٰ سے اعلیٰ یونیورسٹیاں تھیں' کسی کو اتنے بڑے ملک میں توفیق نہیں ہوئی کہ انسانیت کی تحریک شروع کرتا۔ اور انسانیت کی آواز بلند کرتا۔ انسانیت کے پاس و لحاظ عزت و آبرو کی' انسان کو دیکھ کر خوش ہونے کی' اتنا بڑا ملک تھا' کہیں سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ ہمارے مدارس ہی سے یہ آواز اٹھی' خدا کے بڑے عذاب سے بچانے کے لئے اور جو بڑے زلزلہ اور عظیم وباء کے شکار ہونے نہیں دیتا' وہ سب برکت ہے قرآن شریف کی' حدیث شریف کی' اللہ کا نام لینے اور حافظوں کی۔

یہ مدارس تو شفا خانوں سے بھی زیادہ ضروری ہیں۔ دس شفا خانوں سے۔ مرنا سب کو ہے' ایک مدرسہ پچاس شفا خانوں سے افضل ہے۔ یہ جو کوتوالیاں ہیں جرائم سے روکتی ہیں اور مجرمین کو سزا دیتی ہیں۔ مدارس اس سے بھی زیادہ اہم ہیں اس لئے کہ یہ مدرسے اور یہاں سے نکلنے والوں کی تقریریں اور ان کی نصیحتیں اور ان کی کوشش وہ اتنی بڑی تعداد میں مجرمین پیدا نہیں ہونے دیتی جتنی کہ یہاں کی منکرات' ضمیر فروشی پر آمادہ کرنے والی چیزیں ہیں جن کے نزدیک کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ جس ملک میں یہ ہو رہا ہے کہ ایک معصوم خاتون جس کو بڑے ارمانوں سے بیاہ کر لائے تھے اس کو جلا دیا جائے اور گلا گھونٹ دیا جائے اس لئے کہ دس ہزار روپے نہیں لائی' کیوں نہیں لائی؟ اسکوٹر کی فرمائش کی اسکوٹر نہیں لائی۔ قومی آواز میں میں نے پڑھا اور جائزہ لیا گیا کہ ہر بارہ گھنٹے پر دہلی میں ایک دلہن کو جلا دیا جاتا ہے' جس ملک میں ایسی دولت پرستی ہو کہ پیسے کے لئے سب کچھ کیا جا سکتا ہے اس ملک کو اگر کوئی چیز بچانے والی ہے تو یہ مدرسے ہیں۔ یاد رکھیں' ہمارے یہاں کے حکمران' سیاسی لیڈر' فلسفی اور مصنفین کہ اگر یہ مدرسے نہ رہے اور کوئی اللہ سے ڈرنے والا نہ رہا' انسانیت کی کوئی تعلیم دینے والا نہ رہا تو یہ ملک بچنے والا نہیں' میں نے دیکھا ہے جو اس طرح کے ملک تھے ان کا صرف تاریخ میں نام رہ گیا۔ سمندروں میں ڈوب گئے' زلزلوں اور وباؤں کے شکار ہو گئے تو خود ایک دوسرے کو مار مار کر اور لڑ لڑ کر مر گئے ہیں۔ ابھی نسل انسانی بچی ہوئی ہے۔ قیامت کیوں نہیں آرہی ہے۔ اس لئے کہ ابھی اللہ کا نام زندہ ہے' اللہ کا نام لینے والے زندہ ہیں۔ انسان کو دیکھ کر خوش ہونے والے زندہ ہیں اور سچے کی حقیقت بتانے والے زندہ ہیں۔ اس ملک کا اصلی معبود پیسہ ہے۔ یہاں کی تاریخ بتاتی ہے کہ بچپن سے کس طرح دولت کی پوجا اور تعلیم دی جاتی ہے۔ اگر عقل ہوتی' سمجھ ہوتی اور انصاف ہوتا تو وہ ان مدرسوں کو سینے سے لگاتے اور ان کی تحریروں کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے کہ یہ مدرسے جو کچھ ہم ان کی خدمت کر سکیں کریں اور ہم چاہے جس پر ہاتھ اٹھائیں کسی پر شک کریں لیکن ہم ان مدرسوں کی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ذہنی افلاس کا اور ہوائے زر پرستی کا اور غلط سیاست کا یہ نتیجہ ہے۔ یہ مدرسے آنکھوں میں کھٹکنے لگے ہیں اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ جب تک یہ مدرسے ہیں' کفر اسلام کا فرق' دینیت و لادینیت کا فرق' شرک کا فرق' اطاعت و معصیت کا فرق باقی رہے گا' یہ ملک کے حق میں ایک بہت بڑی سازش اور ایک بہت بڑا منصوبہ ہے۔

طلباء کے کردار کی تحسین

ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں چاہے دل پر ہاتھ رکھ کر دینی پڑے' آپ کو ایک چھوٹے سے مرحلہ سے اللہ نے گزار دیا۔ آپ کی تحریروں' تقریروں' دوروں سے اس

باقی ص ۲۶ پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

علماء اُمّت اور زعماء دین کی خدمت میں

یکم دسمبر ۱۹۹۴ء بمطابق ۲۶؍جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ ساڑھے بارہ بجے دن جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں حاضری ہوئی تو چینی زعماء کا ایک وفد جناب عبدالستار' عبدالکریم (جدہ) کی قیادت میں بغیر کسی پیشگی اطلاع کے دارالعلوم تشریف لایا تھا۔ وفد کے شرکاء جناب ذالنون محمد قاسم ترکستانی (طائف) جناب نور احمد ترکستانی (ریاض) جناب عبدالقادر روزی (مکۃ المکرمہ) اور جناب علی خان صاحب اور ان کے دیگر رفقاء تھے۔ وفد کے ساتھ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مصروف گفتگو تھے۔ اچانک آنے والے اس وفد کے لئے دفتر اہتمام ہی میں ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت مہتمم صاحب کے اصرار پر احقر بھی باہمی گفتگو' تبادلہ خیالات اور علمی و دینی مذاکرات اور مشاورت میں شریک ہوا۔ یہ چینی زعماء چین میں کافرانہ نظام کے جبر و استبداد کے دور میں سعودی عرب ہجرت کر گئے تھے اور اب جو وہاں سے مسلمانوں کو قلیل تعداد میں حج پر جانے کی آزادی ملی' روسی نظام کے انہدام کے بعد وہاں کے ظالمانہ نظام کا پنجہ گرفت قدرے کمزور ہوا تو مسلمانوں نے پھر سے دینی تعلیمات کے حصول و ترویج کا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ تعلیمات اسلام کے حصول کی غرض سے دسیوں چینی طلبہ اپنے طور پر ہجرت کر کے اسلامی ممالک کا رخ کر رہے ہیں۔ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ وسطی ایشیا کی نو آزاد ریاستوں سے آنے والے طلبہ کے لئے تعلیم کے اہتمام کی طرح چینی طلبہ کے لئے بھی ان ہی کی زبان میں تعلیم و تدریس اور ان کے قیام کا انتظام کرے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے امکان بھر اپنے تعاون اور چینی طلبہ کے لئے ان ہی کی زبان میں تعلیم کے سلسلہ میں اپنے ممکنہ تعاون کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ چینی طلبہ کا پہلا گروپ دارالعلوم پہنچ چکا ہے اور ان کے لئے ان ہی کی زبان میں علیحدہ تعلیم کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر چینی زعماء نے یہ بھی بتایا کہ چین کے ترکستانی علاقہ میں اب بھی علماء' طلباء اور دینداروں پر مظالم اور جبر و استبداد کا دہی پرانا وطیرہ روا رکھا گیا ہے۔ پھر عالمی حالات زیر بحث آئے۔ سب حضرات کا نقطہ نظر یہ تھا کہ روسی نظام کے انہدام کے بعد اب امریکی جارحیت کا سب سے بڑا مقابل اور سخت جان حریف اسلامی تعلیمات' دینی قوتیں اور سچے مسلمان ہیں اور دینی قوتوں کی حالیہ آویزشیں' انتشار و اختلافات اور باہمی ناچاکیاں بھی صیہونی سازشوں کا نتیجہ ہیں۔ اس سلسلہ میں دینی قیادت' علماء' اساتذہ علم' مشائخ اور دینی تحریکوں کے زعماء کا کردار بھی زیر بحث آیا۔

یہ علمی و دینی اور روحانی محفل ختم ہوئی' اضیاف رخصت ہوئے مگر اس کے اثرات احقر کے قلب و ذہن پر پتھر کی لکیر بن گئے' ذہنی اور فکری طور پر کئی تجزیے' جائزے' ارادے' عزائم اور خاکے بنتے رہے اور کئی سانچوں میں ڈھلتے رہے۔ سب کا ہدف اور نتیجہ وہی نکلا جو ذیل کی سطور میں علماء امت اور زعماء دین کے حضور پیش خدمت ہے۔ اگر لہجہ ترش' انداز تلخ اور سوء ادب کی کوئی ادنیٰ سی خلش بھی محسوس ہو تو پیشگی عفو کی درخواست ہے۔

آپ حضرات سے بڑھ کر اس حقیقت سے کون واقف ہوگا کہ دین (اسلام) چند فقہی مسائل کچھ روحانی واردات اور خدا اور بندے کے درمیان انفرادی تعلق کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ فرد کی ذات سے لے کر انسانی کائنات تک کا ہر گوشہ دین کے احاطہ کار میں شامل ہے۔ باطنی واردات اور ظاہری معاملات دین ہی کے دائرے میں محو گردش ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے سر پر قدرت حق نے اجتماعی قیادت اور عالمی امامت کا تاج سجایا اور قیامت تک باقی رہنے والی نسل انسانی کے ہمہ نوعی مسائل کا حل دین اسلام میں منحصر اور مضمر ہے اور یہ حل چند اصولی ضابطوں اور تجریدی اشارات کے ذریعے واضح نہیں کیا گیا بلکہ سرور عالم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اسلامی ریاست تشکیل دی اور خلافت کا باضابطہ ایک ادارہ وجود میں آیا جس نے (محدود وقت ہی سہی) اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظام اور مثالی معاشرت کو محسوس اور مشہود حقیقت کے طور پر اکناف عالم میں متعارف کرایا۔ اس دور کا ہر وہ کونہ اور گوشہ جو ذرا بھی تہذیب آشنا تھا۔ اس نظام کی برکتوں سے فیض یاب ہوا' اور رہتی دنیا تک یہی چند سال قوموں کے آدرشوں اور آشاؤں کا مرکز و محور بن کر رہ گئے ہیں اور آج کا امریکی' یورپی' افریقی اور ایشیائی انسان اسی فردوس گم گشتہ کی تلاش میں مصروف سفر ہے۔

یہ امر بھی چنداں محتاج وضاحت نہیں کہ عالم کفر ہر محاذ پر عالم اسلام سے برسرپیکار ہے۔ وہ کفر خواہ مشرق کا ہو یا مغرب کا' یعنی اشتراکی ہو یا سرمایہ دارانہ' اگرچہ نظر بظاہر یہ دونوں نظام (اشتراکی اور جمہوری) چند اوپری سطحوں پر ایک دوسرے سے الجھتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن تاریخ کا ہر ورق اسلام کے مقابلہ میں ان دونوں کے ذہنی اور فکری اتحاد کی برسرعام چغلی کھاتا اور گواہی دیتا ہے۔ چاہے مرحلہ سقوط خلافت کا ہو یا مسلم ممالک کو غلام بنانے کا۔ معاملہ تعمیر افغانستان کا ہو یا مسئلہ فلسطین کا اور اسی طرح آذربائیجان کے مسلمانوں میں اسلامی انقلاب کی لہر ہو یا وادی کشمیر کی تحریک حریت و خود مختاری ہو۔ ہر موڑ پر عالم کفر کے مختلف اعضاء باہم گڑ جڑے نظر آتے ہیں۔ اور تاریخ کے ان اوراق کو بار بار پلٹنا بھی گویا تحصیل حاصل ہے کہ عالمی استعمار کے خلاف مختلف ممالک کی جدوجہد آزادی کی پشت پر کار فرما جذبہ دینی اور مذہبی تھا اور آزادی کے حق میں پہلی آواز بھی مکاتب و مدارس سے بلند ہوئی۔ الجزائر' سوڈان' لیبیا' انڈونیشیا اور پاکستان کے استقلال و قیام میں موثر ترین عنصر دین کا تھا مگر بدقسمتی سے عین آخری مرحلے میں زمام کار سیکولر ہاتھوں میں چلی گئی اور مذہبی رہنما ان تحریکوں کا ضمیمہ بن کر رہ گئے۔

اس مسئلے سے بھی آپ حضرات سب سے زیادہ واقف ہیں کہ مسلم ممالک کا معاشرہ' تمام تر اکھاڑ پچھاڑ مغرب کی یلغار اور ثقافتی و نفسیاتی بوچھاڑ کے باوجود اب تک مذہبی معاشرہ ہے اور علماء دین اس کا جزو اعظم ہیں۔ معاملہ تبلیغ اسلام کا ہو یا تعمیر اخلاق کا' بات دینی تعلیم کی ہو یا فکری رہنمائی کی' ضرورت تقویٰ و طہارت کی ہو یا رشد و ہدایت کی' مسئلہ فرد کی کردار سازی کا ہو یا اجتماع کی چارہ سازی کا۔ نگاہیں بے اختیار علماء کرام کی طرف اٹھتی ہیں کیونکہ افراد معاشرہ انہیں علوم نبوت کا وارث اور منصب قیادت و سیادت کا حامل سمجھتے ہیں۔ اس اعتبار سے مسلم عوام اور علماء کرام کا باہمی ربط مچھلی اور پانی یا پھول اور خوشبو جیسا ہے مگر اس فطری ربط کے باوجود معاشرتی اور ذہنی ربط و ارتباط کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کے کچھ اسباب ہوں گے اور ہیں۔ ہرچند کہ یہ اسباب خوشگوار نہیں لیکن ان کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ ضروری ہے۔ اگرچہ ایسا کہتے ہوئے زبان لغزیدہ اور لکھتے ہوئے قلم لرزیدہ اور ان اسباب کو بیان کرتے ہوئے پہلی بات یہ ہے کہ دل کبیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے پیچھے احترام اور عقیدت کی وہ کیفیت ہے جو وارثان مسند نبوت علمائے کرام سے ہے کہ دین جہاں'

جتنا اور جیسا کچھ ہے علماء کے وجود مسعود کے باعث ہے۔ ورنہ مسلم معاشرہ کب کا تاریخ کے طاقچوں میں نذر نسیاں ہو چکا ہوتا۔

حضرات علماء کرام! اس ضمن میں مجھے تاریخ کے ہر موڑ اور واقعات کے ہر مرحلے کی نقاب کشائی کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی طویل سیاسی و عمرانی تجزیہ میرے پیش نظر ہے بلکہ صرف ان کے مختصر اسباب کو دل کی گہرائیوں سے اٹھتے ہوئے ادب اور نہاں خانہ ذہن و ضمیر میں موجود عقیدت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، جو تعداد میں محض تین ہیں مگر تاثر کے اعتبار سے اہم ترین ہیں۔

اولاً" : اس وقت دنیا کا دینی معاشرہ تین شیطانی گروہوں کے نرغے میں ہے۔ ایک طرف سائنٹیفک سوشلزم کے علمبردار ہیں (جو اگرچہ اپنے اندرونی فکری تضادات اور عملی ناکامیوں کے باعث پسپائی اختیار کر چکے ہیں)۔

دوسری جانب مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے حامی جو انسانیت کو اپنے شکنجہ استحصال میں کس کر اس کا آخری قطرۂ خون نچوڑنے پر کمربستہ ہیں اور تیسری طرف وہ اباحیت پسند اور مادیت پرست ہیں جو معاشرے کو محض لذت کدہ اور عیش گاہ بنانا چاہتے ہیں۔ متذکرہ صدر تین گروہوں کے علاوہ مسلم ممالک کے حکمران طبقات بھی قریب قریب روح اسلام سے ناآشنا نفاذ اسلام سے برگشتہ اور فروغ اسلام سے یکسر بے تعلق ہیں۔ اس وقت غلبہ اسلام، استحکام عالم اسلام اور اعلائے کلمہ حق کے لئے مینارۂ نور ہے تو علماء کرام ہیں جن کی متفق قیادت شیطانی گروہوں کے حصار کو توڑ سکتی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ دینی قوتوں کے انتشار نے ہماری ملت کی قوت کو اتنا مضمحل کردیا ہے کہ عامۃ الناس اب لادین سیاسی قیادت پر قناعت کرنے پر آمادہ دکھائی دیتے ہیں جو کسی المیے سے کم نہیں حالانکہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے دنیا کو ایک امت یا ملت سے روشناس کرایا تھا جسے "امت وسطی" اور "ملت حنیف" کا عالمگیر اعزاز اور خطاب نصیب ہوا۔ اب وہ ملت پارہ پارہ اور امت ٹکڑے ٹکڑے ہوتی جارہی ہے۔ جس امت یا ملت نے ایک زمانے میں دنیا کو ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک کلمہ اور ایک امام سے روشناس کرایا تھا۔ اب وہ خود "بے امام" بن کر رہ گئی ہے۔ ہم جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی کہ امت مسلمہ کے مختلف طبقات کے درمیان کچھ کلامی اختلافات ہیں۔ چند تاریخی تنازعات ہیں، بعض فقہی تضادات ہیں لیکن اس سب کے باوجود عظمت اسلام اور غلبہ اسلام کا تصور اور جذبہ ان سب پر حاوی اور بھاری ہے اور اسی جذبے کو "مرشد راہ" بنا کر بڑی سے بڑی کلامی، تاریخی اور فقہی خلیج عبور کی جاسکتی ہے۔

مسلمات اور فروعات میں حد امتیاز قائم کرکے اسلامی انقلاب کی منزل کی طرف گو سفر ہوا جاسکتا ہے۔ غالباً ایسی ہی نوعیت کی کچھ باتیں تھیں جو بڑھ کر اتنی سنگین ہوگئیں کہ دو مواقع پر عالم اسلام بنیادوں سمیت لرز کر رہ گیا۔ ایک سانحہ سقوط بغداد کا اور دوسرا المیہ تحلیل خلافت کا جن کے زخم آج بھی رس رہے ہیں۔

ثانیاً" : عصر رواں کے پچاس ساٹھ سالوں میں ایک تبدیلی اور بھی آئی ہے اور جو قطعاً" خوشگوار نہیں اور جس کے اثرات رفتہ رفتہ اب ہر سطح پر محسوس کئے جارہے ہیں، وہ یہ کہ حضرات علماء کرام نے مختلف ممالک میں مغربی استعمار کے دیئے ہوئے سیاسی فریم ورک میں اپنے آپ کو فٹ کرکے جمہوری (معروف معنوں میں) اور انتخابی سیاست کے ذریعے غلبہ اور نفاذ اسلام کی کوشش کی جس سے اسلام تو کیا نافذ ہوا خود وجود اسلام موضوع بحث بن گیا اور علمائے کرام ان بانوں تلنے لگے جو انگریز نے اپنے مقاصد کے لئے ڈھالے تھے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ علماء کرام سیاست میں حصہ نہ لیں، سیاست اسلام کا جزو ہے۔ تہذیب مدن اور تدبیر منزل سیاست کہلاتی ہے اور یہ تو علماء کرام کے وجود پر راست آتی ہے۔ مگر اصرار یہ ہے کہ مغربی جمہوری سیاست ہرگز اس لائق نہیں کہ اس بازار سے گزرا جائے گویا کہ اس میں نجی دکانوں کا خریدار اور حصہ دار بنا جائے۔ مغرب نے اپنے عہد استعمار میں جمہوریت کے چلن کے پیچھے سیاست کو بٹھا کر "شیوۂ پیغمبری" نہیں رہنے دیا بلکہ اسے "جنگ زرگری" بنا ڈالا ہے اور اس نیلم پری پر صرف وہی فریفتہ و شفتہ ہوسکتے ہیں جو مغرب کی ٹکسال میں ڈھل کر نکلے ہوں، لیکن جنہیں نور نبوت سے وافر حصہ ملا ہے وہ ان تاریک سرنگوں کے مسافر کبھی نہیں بن سکتے۔ جمہوری سیاست میں اہلیت کے مقابلے میں اکثریت اہل الرائے کے مقابلہ میں رائے اور دماغوں کے مقابلہ میں سر دیکھے جاتے ہیں اور کسی اہل، اہل الرائے اور صاحب دماغ کو اس کھیل میں کبھی جیتنے کا موقع نہیں دیا جاتا، فیصلہ پہلے سے طے ہوتا ہے، میدان، ریفری، قاعدے اور نتائج سب دکھاوے کی چیزیں ہیں، پچاس ساٹھ سال کے اس دنگل کے تمام چیمپئن آپ کے سامنے ہیں۔ کوئی ایک چہرہ ایسا نہیں جو اسلام کے چوکھٹے میں آراستہ و آویزاں کیا جاسکے۔

اس کا قطعاً" یہ مطلب نہیں کہ لوگ اسلام سے بیزار ہیں یا آپ علماء کرام میں کوئی کمی ہے بلکہ یہ سلسلہ ہی ایسا ہے جس کی تمام کڑیاں انگریز نے بنائی ہیں۔ جو اس زنجیر کو اپنی مرضی سے ترتیب دے کر مسلمان معاشرے کے پاؤں میں ڈالنا چاہتا ہے جو اس وقت مسلم معاشرے میں موجود تھوڑی بہت حس و حرکت کو بھی جامد و ساکت کردے۔ یہ نام نہاد جمہوری انتخابی نظام صرف انہیں راس آسکتا ہے جو پشتینی جاگیردار، مغرب کے ازلی وفادار، بے اصول سرمایہ دار اور سامراجی مفادات کے چوکیدار ہوں۔ جو لکھے لکھائے فیصلوں پر دستخط کرنا جانتے ہوں۔ جو اپنا دل، دماغ اور ضمیر بہت تھوڑے داموں گروی رکھ چکے ہوں۔

آپ انقلابی سیاست کی طرز ایجاد کریں اور انقلابی قیادت کی طرح ڈالیں، جس سے ان لوگوں کو آپ معاشرے میں اسی طرح غیر معتبر بنادیں، جس طرح انہوں نے شیطانی چال پھینک کر آپ کو بے اثر بنا رکھا ہے، آپ کے پاس کیا کچھ نہیں، اللہ کی ذات پر اعتقاد و اعتماد، حضور ﷺ سے روحانی نسبت، خالق ارض و سما کا دیا ہوا منشور قرآنی، عامۃ المسلمین کی بے پایاں عقیدت و محبت، مدارس و مساجد جیسے مراکز روحانی و علمی، متوسلین اور طلبہ کی بے پناہ قوت اور آپ کی اہلیت، دیانت، استقامت اور بصیرت ان ہتھیاروں سے لیس ہو کر آپ جسد ملت کو چمٹی ہوئی ان چیچڑیوں کو جھٹک پھینکیں جنہوں نے پورے وجود ملی کو داغ داغ بنا رکھا ہے۔

اگر آپ سیاست کے مروجہ آداب اور جمہوریت کے رائج قواعد و ضوابط کے پابند رہ کر اسلامی انقلاب کا خواب دیکھتے ہیں تو ایسا اچھا خواب دیکھنا آپ کو مبارک ہو مگر تعبیر کو آپ بھی ہماری طرح ترستے رہیں گے۔

ثالثاً" : عالم اسلام کی فکری لامرکزیت اور فقدان قیادت کا پہلا اور دوسرا سبب آپ نے ہمارے نقطہ نظر کے مطابق) ملاحظہ فرمایا، اب تیسرا سبب پیش خدمت ہے۔

جہاں تک معلوم ہوسکا اور مطالعہ اور حافظہ ساتھ دیتا ہے۔ ہر ملی اور سیاسی تحریک کا نقطہ آغاز آپ کی ذات گرامی ہی ہے۔ بارش کا پہلا قطرہ بننے کا اعزاز آپ کو حاصل رہا ہے مگر جب چھما چھم برسنے کا موقع اور سرزمین ملت میں روئیدگی کا وقت آیا تو بوجوہ کچھ اور لوگ گہرے بادل بن کر اٹھے اور مطلع ملت و سیاست پر چھا گئے، جس کے نتیجے میں سارا کریڈٹ انہیں مل گیا۔ ماضی قریب کی تاریخ ہی سامنے رکھ لیں تو مسئلہ واضح ہوجاتا ہے۔ سنوسی تحریک، امام شامل کا نعرۂ حق، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، نورسی موومنٹ، تحریک خلافت، تحریک ہجرت، بالا کوٹ کا مقتل، جزائر انڈیمان کی داستان عزیمت و شہادت، قیام پاکستان، تحریک نظام مصطفیٰ اور جہاد افغانستان ہر جگہ موثر ترین عنصر دین و مذہب کا رہا ہے۔ ہر تعذیب و تعزیر ہنسی خوشی برداشت کی گئی کہ جذبہ محرکہ دین تھا، الجزائر میں قبرستان آباد ہوگئے، سوڈان و لیبیا کے صحرا لالہ زار ہوگئے۔ مصر و شام کے گلی کوچے داستان شوق و عشق کے ورق بن گئے۔ سرزمین ہند بساط عزم و ہمت قرار پائی۔ افغانستان خون شہادت سے لالہ زار بن گیا۔ محض اس لئے کہ دل و دماغ کی پیشانیاں سجدہ گاہ دین پر جھک گئیں۔ الغرض ہر تحریک کا مواد اور محرک دین تھا اور راسے رجال دین کی قیادت حاصل تھی مگر جب پھل پکنے کا وقت آیا تو جھولیاں انہوں نے پھیلادیں جو یا تو نکتہ چیں تھے یا تماش بین اور پھر وہی لوگ ہیرو بن گئے اور پھر رفتہ رفتہ علماء کرام کو اس دھارے سے الگ کرنے کا معمول سا بن گیا اور غالباً علماء بھی اس پر قانع اور راضی ہوگئے خواہ طوعاً" یا کرہاً" حالانکہ امرواقعہ ہے کہ علماء کرام نے نہ کبھی "سر" کا خطاب حاصل کیا نہ "آنریبل" کہلائے نہ "خان بہادر" کا لقب ملا اور نہ ہی "نہ ہزاری" اور "دہ ہزاری" کے منصب پر فائز

باقی ص ۳۶ پر

آخری قسط

عربی مقالہ : السیدہ نعمنہ (قاہرہ مصر) اردو ترجمہ : پروفیسر سید یحییٰ ندوی

مسلمان عورت کہاں جارہی ہے

اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اس نظام اخلاق اور صراط مستقیم پر پھر سے جادہ پیما ہو جائیں تو یقیناً اس منزل حقیقت تک ان کی رسائی ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جس جس چیز کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے بلاشبہ اس میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے سخت مضرتیں ہیں' شدید نقصانات ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اس میں افراد اور جماعت (سوسائٹی) دونوں کے لئے فوائد بھلائیاں اور خیر و فلاح مضمر ہیں اللہ علیم و خبیر ہے اس لئے اس نے چاہا کہ ہمیں تمام ضرر رساں چیزوں سے محفوظ رکھے اور اپنی آیات کریمہ اور نصائح حکیمہ سے ہماری سیرت و اخلاق کی تربیت و تعمیر کرتا رہے اور ہمارے لئے پاکیزہ زندگی اور حیات طیبہ کے اسباب مہیا فرمائے اور ہمیں ایک ایسی خوشگوار اور صاف ستھری زندگی عطا فرمائے جس میں ہر قسم کی دنیوی بدنصیبی اور اخروی بدبختی کافور ہو' جو عسرت و تنگدستی کی زحمت سے دور ہو اور جو دنیا و آخرت کی تمام کامرانیوں اور کمال خوش بختیوں سے معمور ہو۔ بیشک اللہ بڑا شفقت والا اور بڑا رحم والا ہے۔ واللہ رؤف رحیم۔

عورت کا بن سنور کر اپنی نمائش کرتے پھرنا اس کا زیب و زینت کے ساتھ آراستہ پیراستہ ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے آنا اور اپنی آرائش جمال اور زیبائش حسن کی غیر مردوں کے سامنے نمود و نمائش کرنا بڑی ہی شرانگیز بدی اور انتہائی فتنہ خیز برائی ہے یہی مردوں کے نفوس کے اندر حیوانی شہوات کے فتنہ خوابیدہ کو جگاتی ہے' ان کی خواہش نفس کی چھپی ہوئی چھوٹی سی چنگاری کو ہوا دے کر اسے شعلہ جوالہ بنا دیتی ہے۔ عورت کے حسن عریاں اور اس کے جمال آشکار کی مثال ان لذیذ' خوش ذائقہ' خوشبودار اور خوش رنگ کھانوں کے کھلے ہوئے دلکش خوانوں کی سی ہے جو بھوکے آدمیوں کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی رنگینی دیکھ کر' ان کی خوشبو کو سونگھ کر انسان کی سوئی ہوئی بھوک بھی جاگ اٹھے گی اور کھانے کی خواہش بھی بھڑک اٹھے گی۔ بری نگاہ نفسانی جذبات کی آگ پر تیل کا کام کرتی ہے۔ آنکھیں اور دوسرے حواس خمسہ ہمارے نفس کے سامنے جن چیزوں کو خوشنما اور دلکش بنا کر پیش کرتے ہیں ہمارا نفس بھی ان ہی چیزوں کا خواہش مند ہو تا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمان مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس کے بعد اپنا یہ حکم ارشاد فرمایا۔

"یحفظون فروجھم" یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے رہیں۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو پہلے یہ حکم دیا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اس کے فوراً بعد یہ حکم دیا کہ و یحفظن فروجھن یعنی اپنے اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کریں اور اپنے حدود ستر کی نگہداشت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کی نگاہ ہی بدکاری کی پہل کرتی ہے۔ اسی لئے مسلمان مردوں اور عورتوں کی نظر کو آزاد چھوڑنے اور نگاہ کی چوری سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور آنکھوں کو بے محابا آزاد چھوڑنا اور نگاہوں کو شتر بے مہار کی طرح بے باک رکھنا جرم اور خیانت قرار دیا گیا ہے اور اس سے تاکیداً روکا گیا ہے کہ ان ہی باتوں سے مرد اور عورت دونوں کی نفسانی خواہشیں اثر پذیر ہوتی ہیں۔ اسی لئے ایک عفیف پاکباز اور خدا ترس مسلمان مرد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی بیباک اشہب نگاہ میں شرم و حیا کی لگام ڈالے اور اپنے رہوار چشم کو عفت و پاکیزگی کی باگ ڈور پہنائے تاکہ ان تمام محرکات و دواعی سے نجات حاصل کرے جو اس کے قدموں میں لغزش پیدا کرنے والی ہوں اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہوں۔ کیونکہ شہوت اسی وقت جاگتی ہے جب اسے جگایا جائے اور جنسی بھوک اسی وقت بھڑکتی ہے جب اسے دعوت نظارہ دے کر بھڑکایا جائے۔

ایک بے شرم اور بے حجاب عورت یعنی متبرجہ کی مثال اس دہکتے ہوئے انگارے کی سی ہے جو سوکھی لکڑی کے لئے پیغام ہلاکت ہے۔ یہ مجسمہ فتنہ بدوش' یہ سیہ کار گناہ بآغوش وہ آتش پرکالہ ہے جو اپنے حسن جہاں سوز سے بندگان خدا کے دین و دانش کو پھونکتی ہے' ان کے عقل و ہوش کو خاک و سیاہ کرتی ہے اور اپنے پورے ماحول میں شر و فساد اور ذلت و نکبت کی آگ پھیلا دیتی ہے۔ ایسی عورت جو شاہراہوں میں' گلیوں اور کوچوں میں بے پردہ نکلتی ہے اور عام مجلسوں میں' مخلوط محفلوں میں' پبلک کانفرنسوں میں بے باکانہ شریک ہوتی ہے اور شمع انجمن اور زینت محفل بنتی ہے' اسے یقیناً فساق و فجار' غنڈے اور شہدے (چاہے وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا نوجوان ہوں) حریصانہ نگاہوں کا ہدف بناتے ہیں۔ وہ بدنظر' نفس پرست اور خواہشوں کے رسیا اس عورت کے جسم کے ابھار اور بدن کے گداز کی چپقلش کے سہارے نجاست کی بھوکی مکھیوں کی مانند اپنی خائن آنکھوں سے اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور اپنی ناپاک روح کی تسکین کا اور

حرص و ہوس کی آسودگی کا کام لیتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بے پردگی اور تبرج وہ خوفناک کلہاڑی ہے جس سے امت مسلمہ کے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اور یہ وہ دو دھاری تلوار ہے جس سے پاکیزہ اخلاق کا خون ہوتا ہے۔

ہر وہ عورت جو دلہن کی طرح بن سنور کر پردہ سے بے باکانہ باہر نکل آتی ہے وہ زبان حال سے یہ اعلان کرتی ہے۔ "کوئی شوقین ہے جو میرے اس حسن و جمال کی داد دے؟ کوئی وصال کا طالب ہے جو شربت وصل چکھے اور پلائے؟" ایسی عورت اپنے حسن و جمال کی آرائش اور اپنی سج دھج کے کمال کو مردوں کے سامنے اس طرح نکھار کر پیش کرتی ہے جس طرح کوئی تاجر اپنا مال تجارت خریدار کے سامنے خوب سجا کر پیش کرتا ہے یا جس طرح کوئی حلوہ فروش اپنی مٹھائیاں خوشنما رنگوں سے رنگ کر چاندی کے تابناک ورق لپیٹ کر اور چمکیلے تھالوں میں سجا کر اپنی دکان میں آنے جانے والے ہر گاہک کے لئے پیش کرتا ہے تاکہ للچائی ہوئی نگاہیں اس کی طرف لپکیں' دیکھنے والوں کے منہ میں پانی بھر آئے' رال ٹپکیں دلوں میں شوق کی آگ بھڑکے اور خریداروں کی تعداد میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

اے سبحان اللہ! عورتوں کی ان عجوبہ طرازیوں اور کرشمہ سازیوں کے بھی کیا کہنے ہیں! سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایک شریف خاتون' ایک پاک دامن بی بی' ایک عفیفہ عورت کی غیرت و حمیت اسے کس طرح قبول کر سکتی ہے کہ وہ کسی غیر محرم مرد کی نگاہ توجہ کو اپنی جانب منعطف کرے اور زبان حال سے یہ کہے۔

پھر کہئے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجئے

ایک غیور عورت کی خودی اور خودداری اسے کس طرح گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اجنبی مرد کو اپنی خوبصورتی' آرائش و زیبائش اور نمائش کے ذریعے دعوت نظارہ دے۔ محبت کی پینگیں بڑھائے اور اپنی تمنا اور آرزو کرنے کا موقع بخشے۔ ایک شریف اور پارسا خاتون جسے اپنی عفت ہر قیمت پر محبوب ہے' اور جو اپنی عزت و ناموس کو دولت بیش بہا سمجھتی ہے' اس کا چہرہ تو اس طرح کی بات کے تصور ہی سے مارے شرم کے سرخ ہو جائے گا اور اپنی زینت کو چھپانے میں بڑی شدید احتیاط سے کام لے گی۔

میں نے خود اپنے کانوں سے ایک بدکار مرد کو یہ کہتے سنا اور افسوس ہے کہ آج ہماری سوسائٹی میں ایسے ہی شہدوں

کی کثرت ہے) وہ مرد ایک نوجوان 'خوبصورت' بنی سنوری عورت کو دیکھ کر ایک دوسرے مرد سے کہہ رہا تھا۔ "اے کاش یہ نوجوان حسینہ' یہ مست شباب عورت میری آغوش الفت میں ایک رات ہی رہتی!" اور وہ اس حسینہ کی طرف گرم گرم نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے سیہ کاری و فحاشی کے شعلے نکل رہے تھے' نگاہوں سے فسق و فجور اور گنہگاری کے شرارے اڑ رہے تھے پھر میرے قریب ہی ایک دوسرا مرد ایک نیم بے حجاب عورت کو دیکھ کر یہ کہہ رہا تھا۔ "ان شامت زدہ عورتوں کے سایہ سے بھی بھاگو۔ آخر ہم گوشت اور خون سے بنے ہوئے انسان ہیں کوئی پتھر کے کو تکے بہرے بت نہیں ہیں۔"

افسوس و حسرت ہے ان عورتوں پر جو شرم و حیا' عفت و عصمت کے سارے حدود توڑ کر باہر نکل آئیں' اگر عورت اپنے احتشام و احترام اور وقار و تمکنت کا پاس و لحاظ رکھتی' اگر وہ اس بے راہ آزادی اور فوضویت (انارکی) سے دور رہتی اور اپنی رفتار و گفتار' لباس و پوشاک میں اسلام کے مقرر کردہ حدود سے انحراف اور اسلامی نظام معاشرت سے بغاوت نہ کرتی تو آج ہماری سوسائٹی میں یہ تباہ کن اخلاقی بگاڑ ہرگز رونما نہ ہوتا۔ یہ معاشرتی شر و فساد اس بری طرح نہ پھیلتا۔ آج پوری کی پوری قوم کا شیرازہ اخلاق بکھر چکا ہے۔ آج ملت اسلامیہ اپنی عزت و شوکت کے تمام اسباب کھو کر دنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہو چکی ہے۔ اور ہم مسلمان دنیا کی دوسری قوموں کے لئے محض ایک سامان تمسخر و استہزا بن کر رہ گئے ہیں۔

ایک عورت کے لئے شرم و حیا' تمکنت و وقار اور اپنی نظریں نیچی رکھنا وہ اعلیٰ خوبیاں ہیں اور بیش بہا اسلحہ ہیں اور وہ مضبوط ترین سپر اور زرہ بکتر ہیں جو عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت و صیانت میں بہت بڑا دخل رکھتی ہیں۔ ان ہی اخلاقی اسلحہ سے پورے نظام خاندان کی حفاظت ہوتی ہے۔ کتنی گنہگار نگاہیں ہیں جو درحقیقت ہمارے معاشرے میں فتنہ و فساد کا موجب ہوتی ہیں' خون خرابہ اور نفاق و شقاق کا اصلی سبب بنتی ہیں اور زن و شو کے درمیان افتراق کا باعث ہوتی ہیں۔ یہی نگاہیں اولاد کے اندر باہمی نفرت و عداوت اور شقاوت قلب کا بیج بوتی ہیں۔ یہ نگاہ بد وہ بری بلا ہے جس کے متعلق ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

نظرۃ فابتسامۃ فسلام
فکلام فموعد فلقاء

الف نگاہ ارے! ایک تو سب کچھ ہے۔ اس کا آغاز محض ایک معصوم تبسم سے ہوتا ہے۔ پھر یہ سلام شوق کے پیکر میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس کے بعد پیام محبت کا روپ بھرتی ہے اور پھر وعدہ ملاقات پھر وصل۔

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

کل الحوادث مبداھا من النظر
و معظم النار من مستصغر الشرر

تمام حادثوں اور فتنوں کی ابتدا نگاہ سے ہی ہوتی ہے۔

آگ کے بڑے بڑے الاؤ ایک چھوٹی سی چنگاری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

کم نظرۃ فتکت فی قلب صاحبھا
فتک السہام بلا قوس ولا وتر

کتنی فتنہ خیز نگاہیں ہیں جو بے تیر و کمان کے اپنے ساتھی کے قلب و جگر میں اتر جاتی ہیں اور تیر کے مانند انہیں چھید ڈالتی ہیں۔

یسر مقلتہ ما ضر مھجتہ
لا مرحبا بسرور جاء بالضرر

اس کی نگاہ ناز نے اس مشکل کو آسان کر دیا جس کو خون دل نے بھی دشوار تر کر دیا تھا۔ کوئی شخص اس مسرت و خوشی کا خیر مقدم نہیں کیا کرتا جو مضرتوں اور کلفتوں کو بھی اپنے جلو میں ساتھ لائے۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

یہ انسان کی نگاہ ہی ہے جو انواع و اقسام کے مرغوب لذیذ اور خوش رنگ کھانوں کو دیکھ کر لذت اندوز ہوتی ہے۔ عمدہ عمدہ خوشنما رنگ برنگ کے پھلوں کو دیکھ کر نگاہ وہ وہ مزے لیتی اور وہ وہ لذت حاصل کرتی ہے کہ خود انسان کے کام و دہن بھی ان سے وہ لذت اور مزے حاصل نہیں کر سکتے۔

جب انسان دنیا کی اور دوسری خوشنما چیزوں اور حسین مناظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتا ہے تو پھر وہ حسن و جمال کی جیتی جاگتی انسانی تصویروں کی خوبی و زیبائی کی ان چلتی پھرتی مورتوں کو' ان دلکش اور نظر فریب صورتوں کو گوشت و پوست سے بنے ہوئے لذت و لطف کے مجسموں کو اور ناز و ادا اور عشوہ و غمزہ کے پیکروں کو دیکھ کر کیوں لذت و سرور نہ حاصل کرے گا؟ اور نگاہ کے سارے مزے کیوں نہ لوٹے گا؟

اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

العین تزنی و زناھا النظر

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نگاہ بد ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

کل من ینظر الی مراۃ لیشتھیھا فقد زنی بھا فی قلبہا۔

جو مرد کسی اجنبی عورت کی جانب شہوت سے دیکھتا ہے تو گویا وہ واقعی اس کے ساتھ زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نگاہ کے ذریعہ سے کسی غیر محرم عورت سے متمتع ہونا بھی زنا کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں لذت اندوزی کا ایک وافر حصہ موجود ہے اور عورت سے متمتع ہونے کا ایک اہم جز اس نگاہ کے اندر بھی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عام طور پر خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن بدصورت عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے حالانکہ نسائیت اور عورت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

مختصر یہ کہ نگاہ کی لذت بھی ایک بڑی لذت ہے۔ لوگ اپنی اس گراں قدر دولت کی کس قدر مقدار محض اپنی نگاہوں کی تسکین ہی خاطر اور صرف نظر کے لطف و مزہ کے لئے پھونک ڈالتے ہیں۔ مثلاً اپنے گھروں کو دلکش طریقہ سے سجاتے ہیں۔ دیواروں اور چھتوں کو خوشنما پردوں اور چاندنیوں سے مزین کرتے ہیں۔ چمن اگاتے ہیں۔ پھلواریاں اگاتے ہیں اور طرح طرح کے رنگین اور جاذب نظر بیل بوٹے لگاتے ہیں اور سرسبز درخت نصب کرتے ہیں اور رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھلاتے ہیں۔ بیش قیمت فرنیچر اور شاندار قالینوں سے بنگلوں کو سجاتے ہیں اور کمروں کو آراستہ کرتے ہیں اور یہ تمام نظر فریب ساز و سامان اور یہ تمام مناظر جنت نگاہ محض نگاہوں کو آسودگی بخشنے اور آنکھوں کے لئے لذت و سرور فراہم کرنے ہی کے لئے تو ہیں۔ اور نگاہ کی یہ لذت اندوزی تو ہر قسم کی لذت و مسرت میں شریک غالب رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کھانے کے مزے لوٹنے میں بھی یہ سب سے زیادہ حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے۔ "العین تاکل اکثر من الفم" آنکھ کام و دہن سے بھی زیادہ کھاتی ہے۔ نگاہ کی بھوک پیٹ کی بھوک سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ثلاثۃ اعین لا تمسھا النار۔ عین غضت عن محارم اللہ' وعین حرست فی سبیل اللہ وعین بکت من خشیۃ اللہ۔

تین قسم کی آنکھیں ہیں جنہیں دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے محرمات سے اپنی نگاہ بند رکھے۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے طریقے اور اس کی بتائی ہوئی راہ کی نگہبانی میں کھلی رہے۔ تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف اور اس کی خشیت سے گریاں رہے۔

اے شریف مسلمان بی بی! اپنی عفیف روح کو' اپنے طاہر جسم اور اپنے پاک بدن کو ان ناپاک آوارہ نگاہوں کی گندگیوں سے بچائے رکھنا۔ اے بی بی! شرم و حیا کی سپر اور غیرت و خودداری کے ہتھیاروں سے لیس ہو جا تاکہ ان چور نگاہوں کے تیروں سے تو محفوظ رہ سکے۔

وہ عورت شریف' عفیفہ اور پاک دامن کبھی نہیں ہو سکتی جو زبان سے تو یہ دن کی لگی رہتی ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کے معاملے میں محتاط ہے مگر عملاً وہ کھلے بندوں اپنی بے حجابی کی صورت میں کتوں اور مکھیوں کے ہجوم میں گوشت کے لوتھڑے سر راہ لئے پھرتی ہے اور ہر بوالہوس مرد کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ حقیقت میں شریف اور پاکدامن عورت تو وہ ہے جو اپنے جسم کے کسی نمایاں حصہ پر بھی کسی نگاہ بد کو پڑنے کا موقع نہ دے اور کسی چشم گنہگار کے لئے یہ گنجائش ہی پیدا نہ ہونے دے کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور طہارت و عفت کا دامن نظارہ بازی سے ملوث اور داغ دار ہو جائے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

بلاشبہ عفت و پاک دامنی کے بھی اسی طرح مدارج و مراتب ہیں جس طرح بدکاری' عصمت فروشی اور بے حیائی و رسوائی کے منازل اور بے آبروئی اور فحش کاری کے درجات ہیں۔

فاحشہ عورتوں کی ایک قسم تو وہ ہے جن کے عریاں جسموں سے مرد کھیلتے ہیں' فاحشہ عورتوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم نیم عریاں سے مردوں کی نگاہوں کھیلتی ہیں اور جن کے نیم برہنہ بدن سے مردوں کی آنکھیں مزے لوٹتی ہیں۔ پاک دامن' شریف اور عفیفہ عورت تو وہ ہے جسے اس کی شرم و حیا گھورنے والی نگاہوں سے کوسوں دور رکھے۔ جب کوئی بری نگاہ بے باکانہ اس عفیفہ پر پڑتی ہے تو اس کے احساس عفت کو انتہائی اذیت پہنچتی ہے۔ وہ تلملا اٹھتی ہے۔ اور سخت پریشان ہوجاتی ہے۔ اس پر انتہائی الم و کرب طاری ہوجاتا ہے۔ وہ بڑی سراسیمگی اور انتہائی بے چینی میں مبتلا ہوجاتی ہے اور وہ غیرارادی اور اضطراری طور پر اپنے دوپٹے کے آنچل سے اپنے کو پوری طرح ڈھانک لیتی ہے اور وہ شرافت و عزت کی چادر اور شرم و حیا کی ردا میں اپنے آپ کو چھپالیتی ہے۔ وہ اس تصور سے بھی کانپ جاتی ہے کہ اس کی زینت و زیبائش کسی بوالہوس کی نگاہ حرص و آز کی آماجگاہ بنے۔ وہ اس سے سخت احتراز کرتی ہے کہ اس کا حسن و جمال غیر محرموں کے نگاہ و خیال کا ہدف ہو۔ اس کے برخلاف ایک فاحشہ عورت کا نفس نظارہ بازی سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ وہ گھورنے والوں کی نگاہوں سے اور لطف حاصل کرتی ہے۔ بلکہ وہ تو غیر محرم مردوں کی لگاوٹ کی باتوں اور عشق و محبت کے اشاروں سے مسرت و انبساط محسوس کرتی ہے اور وہ اس بات کی خواہش مند ہوتی ہے کہ کسی غیر مرد کی باہیں اس کی گردن میں حائل ہوجائیں۔ غیر مرد کی نگاہیں اس کے گداز جسم سے چھیڑ چھاڑ کریں وہ ان تمام باتوں سے بے حد مسرور اور خوش ہوتی ہے ہاں ایسی ہی عورت ناپاک نفوس کے جذبات اور بری نگاہوں کے لئے "سامان لذت" ہوتی ہے۔ وہ اپنے جسم نیم عریاں کی آرائش و زیبائش میں اور اس کے نمود و نمائش میں مبالغہ سے کام لیتی ہے۔ حسن و جمال کے فروغ میں انتہائی غلو برتتی ہے اور اس طرح بے شرمی' بے حجابی آزادی اور اخلاق انارکی کی آخری سرحد پر پہنچ جاتی ہے۔ وہ عورت ان پروانوں کے مانند ہوتی ہے جسے آتش گناہ کی شعائیں اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ اور وہ اس گناہ کی آگ میں کود پڑتی ہے اور جل بھن کر خاک سیاہ ہوجاتی ہے۔ پھر وہ اپنے کئے پر پچھتاتی ہے کہ افسوس صد افسوس! حرص و ہوس میں پھنس کر کتنا بڑا گناہ کر گزری۔ یہی وہ عورت ذات ہے جو حتبرجہ کے مکروہ لقب اور قابل نفرت نام سے اسلامی ادب میں پکاری جاتی ہے۔ یہی وہ ہوسناک ہستی ہے جسے شرم و حیا کی چادر اور عزت و ناموس کا پردہ تار تار کرنے والی کہنا چاہئے۔ اگرچہ وہ اپنی زبان سے تو یہ کہا کرتی ہے کہ میں بدچلن اور فاحشہ نہیں لیکن کیا وہ شرم و حیا کے معیار پر' شرافت و عفت کی کسوٹی پر ایک پاک دامن اور عفیفہ بی بی کی حیثیت سے پوری اتر سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین۔

(اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ جب کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادریں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ یہ اس بات کے قریب ہے کہ ان کا شریف زادیاں ہونا واضح ہوجائے اور وہ ستائی نہ جائیں۔)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی عورتوں کو اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ وہ اپنی عزت و خودداری کو اپنی عفت و شرافت کو' حفاظت ناموس کے احاطہ میں لے لیں۔ اور اللہ تعالیٰ یہ تنبیہہ کرتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی عظمت اور بڑائی' ان کی عزت و تمکنت' ان کی جلالت شان اور ان کی عفت و ناموس کا نشان ان کی اسی نگہداشت آبرو' اسی تطہیر اخلاق اور اسی شرافت نفس اور اسی عفت قلب اور پاکی نگاہ میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کی عورتوں کے لئے یہ بات لازمی قرار دی جائے کہ وہ گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اپنے اوپر جلباب (بڑی چادر) ڈال لیا کریں (یعنی گھر سے باہر نکلتے وقت معمولی لباس کے اوپر) ایک لمبی چوڑی فراخ چادر ڈال لیں جو سر سے پاؤں تک ان کے پورے جسم کو ڈھانک لے اور عورت کے لباس' اس کے جسم کے محاسن اور اس کی زینتوں کو پوری طرح چھپالے۔ چادر کی لمبائی اور فراخی کی وجہ سے نہ ان کی رنگت معلوم ہو اور نہ شکل و صورت۔ جلباب اصل میں اس بہت بڑی لمبی چوڑی چادر کو کہتے ہیں جو ہر جانب سے عورت کے پورے جسم کو گھیر لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو اس امر کی تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنے ایمان و تقویٰ' دینداری اور خدا ترسی' شرم و حیا کو بدکلامیوں اور گستاخ زبانیوں سے محفوظ رکھیں۔ ان کے پاکیزہ جذبات بوالہوس اور گستاخ نگاہوں سے مجروح نہ ہونے پائیں۔ پاکیزگی اخلاق کی یہ تعلیم کب اور کہاں دی جارہی ہے؟ خود عہد سعادت نبوی میں اور مدینہ رسول کے اندر جو پاکیزگی اخلاق کا مرکز اور طہارت نفس کا گہوارہ تھا۔ اور وہاں منافقین کے علاوہ کسی فرد واحد سے بھی اس قسم کی بیجا حرکتوں کا قطعی کوئی خدشہ لاحق نہ تھا۔ تو اب ہمارے اس زمانے کی بابت اور ہمارے ان شہروں کے متعلق کیا پوچھنا ہے جب کہ پورا معاشرہ فتنہ و فساد سے معمور ہے اور ساری سوسائٹی اخلاقی بگاڑ سے بھری ہوئی ہے۔

خدارا مجھے کوئی بتاؤ کہ مسلمان بیبیاں آج کل اپنی زینتوں کو چھپانے کا التزام اور اپنے بناؤ سنگھار کی پردہ پوشی کا اہتمام کیا اسی طرح کرتی ہیں جس طرح کہ اسلام نے انہیں حکم دیا ہے جبکہ وہ بایں ہیئت کذائی سرراہ نکلتی ہیں کہ بازو عریاں' ننگی گوری پنڈلیاں اور برہنہ بلوریں سینے نمایاں۔ "مقیاس الشباب" کے نمود میں خاص اہتمام' کمر کس کر بدن کے پچھلے حصہ کو نمایاں کرنے کا خاص التزام' چہرے غازہ اور پوڈر سے لپے ہوئے' ہونٹ لپ اسٹک کی سرخیوں میں ڈوبے ہوئے' آنکھوں میں سرمہ کا دنبالہ! عورت یا آفت کا پرکالا! سر کھلے! بال بکھرے! آخر بے حیائی' بے شرمی اور بے حجابی کے فنون میں سے وہ کونسا فن ہے جو اس نام نہاد شریف زادی نے دنیا کی دوسری عورتوں کے لئے چھوڑ رکھا ہو اور شرم و حیا' غیرت و حمیت اور وقار و تمکنت میں سے وہ کون سی اخلاقی دولت ہے جسے اس نے اپنی ذات کے لئے محفوظ کرلیا ہو۔

لوگو ذرا خدا لگتی کہنا! آج تم میں سے کون ہے جو ایک مسلمان شریف خاتون اور ایک مسیحی عورت یا یہودی عورت کے درمیان فرق کرسکے؟ آج کون ہے جو ایک بازاری عورت ایک فاحشہ اور فاجرہ عورت اور ایک عفیفہ' پاک دامن اور شریف بی بی کے درمیان خط امتیاز کھینچ سکے؟ یہی وجہ ہے کہ آج فساق و فجار کو اور غنڈوں اور شہدوں کو جرات ہو رہی ہے کہ وہ پاک دامن' پاکیزہ اخلاق اور باعصمت بیبیوں پر بھی اسی طرح بری نگاہ ڈالتے ہیں جس طرح بازاری عورتوں پر۔ کیونکہ گندی روح والے یہ بداخلاق مرد انہیں بھی اسی طرح اپنا "شکار" سمجھتے ہیں۔ آج شرافت کی آنکھ وہ سب کچھ دیکھتی ہے جو شریف عورتوں کی ذلت و رسوائی اور سرِبازار ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی صورت میں آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ آج شرافت کے کان وہ سب کچھ سنتے ہیں جو سرراہ شریف عورتوں پر گندے آوازے کسے جاتے ہیں اور شریف زادیوں سے انتہائی فحش اور شرما دینے والے جنسی مذاق کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ ہائے صد حسرت و افسوس ان عورتوں پر!

اے شریف مسلمان خاتون! تو نے اپنے سر سے جس گھڑی اپنا دوپٹہ سرکایا اسی دم تو نے اپنی عزت گنوائی' اپنی آبرو پر پانی پھیر دیا اور اپنی عصمت و حیا' اپنے وقار و تمکنت اور اپنی نجابت و شرافت کو ہمیشہ کے لئے رخصت کردیا۔ اے بی بی سن' یہ دوپٹہ تیرے شانے سے سرک کر نہیں گرا بلکہ تیری شرم و حیا' تیری عزت و آبرو کی عمارت گر پڑی۔ یہ تیری چادر تیرے سر سے نہیں اتری بلکہ تیرے ننگ و ناموس کی چادر تار تار ہوگئی۔ گویا اس دوپٹے کے عوض تو نے ذلت و خواری اور اہانت و رسوائی کی چادر اوڑھ لی۔ اس ردائے شرافت کے بدلے تو نے بے راہ روی' آزادی اور اخلاقی انارکی کا رسوائے عالم لباس پہن لیا۔ ہر چشم بینا نے تیری طرف نگاہ حقارت سے دیکھا کہ تو نے یہ کس قدر ذلت و شرم' کیسی فضیحت و رسوائی اور کیسے ننگ و عار کا کام کیا۔

اے خاتون اسلام! تیرا دوپٹہ دین اسلام کا شعار ہے'

تیری چادر تقویٰ اور خدا ترسی کی نشانی ہے۔ تیرا برقعہ شرم و حیا' تمکنت و وقار کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ تیری یہ لوائے پردہ دار' تیری جلالت شان کی آئینہ دار ہے اور تیری عزت و احترام کے لئے ایک ناقابل شکست آہنی دیوار ہے۔ اے اسلام کی بیٹی! تیرا یہ دوپٹہ صرف تیرے سر کی چادر نہیں بلکہ اصل میں یہ تیرا تاج حسن و جمال ہے۔ یہ چادر ہی حقیقت میں تیرے لئے سب سے بڑی دلیل فضیلت و شرافت اور سب سے روشن برہان ادب و کمال ہے۔

اے خاتون اسلام! کہیں تو بھی عہد جدید کی ان کندہ نا تراش' جاہل' بد دماغ' کند ذہن مغرب زدہ عورتوں کی طرح یہ نہ سمجھ لینا کہ تیری یہ چادر عورت کے زوال کی' اس کی جہالت و بلادت کی' اس کی رجعت پسندی کی' اس کے انحطاط اور پستی کی نشانی ہے اور عورت کی بے پردگی' اس کی بے باکی' اس کی خود نمائی اور اس کی نمود جمال و نمائش حسن اس کے علم و دانش کی اور اس کی ترقی و روشن خیالی کی دلیل ہے۔ یا عورت کی غیر محدود آزادی بے راہ روی' اور اخلاق باختگی ہی اس کی تہذیب و متمدن کی اس کی تمیز و شائستگی کی اور اس کی وجاہت و امارت کی علامت ہے! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!!

حقیقت میں شریف بی بی' مہذب و متمدن عورت اور باوقار و معزز خاتون تو وہ ہے جو اپنے دین و مذہب سے پوری طرح واقف ہو جو اپنے رب سے ڈرتی ہو۔ کیونکہ دین کی معرفت اور اللہ کی خشیت ہی حقیقی علم ہے۔ یہی صحیح روشنی اور اصلی نور ہے۔ ایک کمینہ عورت ایک بے حجاب عورت' ایک بے پردہ اور فاحشہ عورت جو نہ شرم و حیا کو جانتی ہو نہ اپنے پروردگار کو پہچانتی ہو بلکہ جو اپنے دین و ملت کے علی الرغم اور اپنی شرافت و عزت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتی ہو' جو اپنے خدا اور رسول کے خلاف اعلان جنگ کرتی ہو اور جسے اپنے فسق و فجور' اپنے عصیان و طغیان' اپنی گنہگاری و سیہ کاری اور اپنی جہالت و خدا ناشناسی پر اصرار بھی ہو۔ در حقیقت وہی عورت سب سے بڑی جاہلہ ہے اور سب سے بڑی رذیلہ ہے۔ کیونکہ اپنے دین سے جاہل رہنا ہی سب سے بڑی جہالت ہے۔ اپنے رب کا خوف نہ ہونا ہی سب سے بڑی کمینگی اور دناءت ہے اور یہی سب سے بڑی رذالت' سب سے بڑی پستی اور سب سے بڑا زوال و انحطاط ہے۔ یہ وہ زوال ہے جو عورت کو انسانیت کے بلند مقام سے گرا کر جانوروں اور بہائم کی پست سطح پر لے آتا ہے۔

عورت کی قدر و قیمت اس کے شاندار' زرق برق پوشاک سے نہیں اس کے بیش قیمت نیم عریاں لباس سے نہیں اور عورت کی خوبصورتی اور اس کا حسن و جمال غازہ اور پوڈر کی مصنوعی صباحت سے نہیں' اس کے لبوں کی مستعار بازاری سرخی سے نہیں' اس کے عارض گلگوں کی عارضی رنگت سے بھی نہیں اور ہاں عورت کی رفعت و منزلت اس کی عشوہ طرازیوں اور اس کی ناز آفرینوں سے بھی نہیں۔ بلکہ عورت کی اصل قدر و قیمت اور اس کی حقیقی دولت و ثروت تو اس کی عقل و دانش ہے' اس کی عزت و شرافت ہے' اس کا وقار و تمکنت ہے۔ ترقی وہ نہیں ہے جو مغرب زدہ جاہل' احمق' کندہ ناتراش' وضع مغربی کی اندھی تقلید کرنے والی عورتیں جسے ترقی سمجھتیں اور بتاتی ہیں۔ یعنی نیم عریاں لباس کی نئی نئی وضع' رسوا کن نیم برہنہ پوشاک کی نت نئے تراش و خراش اور جدید ترین وضع و قطع' طرح طرح کے نئے نئے فیشن' عام گزرگاہوں اور شاہراہوں میں آوارہ گھومنا پھرنا' نمائش گاہوں کی بے پردہ سیر کرنا' حیا سوز مخلوط مجلسوں میں بے باکانہ شریک ہونا ترقی نہیں ہے۔ اے خواتین اسلام! ہرگز ترقی نہیں ہے۔ بلکہ اصل ترقی تو علم و ادب میں ترقی کرنا ہے' تہذیب و اخلاق اور تمیز و شائستگی میں سبقت لے جانا ہے' علم و حکمت میں پیش قدمی کرنا ہے۔ کیونکہ عقل و خرد کو غذا بخشنے والی چیز حقیقت میں یہی علم و حکمت ہے' یہی وہ جوہر ایمان ہے جو قلب کو پاکیزگی بخشتا ہے۔ اس سے قومیں زندہ رہتی ہیں۔ اسی کی بدولت مرد و عورت دونوں عزت و حرمت اور آزادی و استقلال کا بلند مقام حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کی بدولت وہ زندگی کے تمام بوجھ اٹھانے کے قابل ہوتے اور ہر قسم کی قوت و توانائی حاصل کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

اقبل علی النفس واستکمل خصائلها
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

(تو قلب و روح کی جانب توجہ کر اور ان کے خصائل کو

باقی ص ۲۶ پر

حضرت مولانا محمد انذر قاسمی کی شہادت

"نامعلوم" دہشت گردوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے روح رواں حضرت مولانا محمد انذر قاسمی کو اس وقت حملہ کر کے شہید کر دیا' جب آپ تراویح سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم سیالکوٹ کے قابل احترام بزرگ مولانا محمد اسماعیل قاسمی صاحب کے خلف الرشید تھے۔ آپ مدرسہ جامعہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ کے اہتمام کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وہاں کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں میں بھی متحرک و فعال شخصیت تھے۔ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین کے بااعتماد ساتھی تھے۔ ضیاء الحق دور کے مشہور واقعہ' جس میں قادیانیوں نے مولانا محمد اسلم قریشی کو اغواء کیا تھا اور معاملہ صدر مملکت پاکستان تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا مرکز جامعہ فاروقیہ میں قائم کیا گیا اور عموماً" اکابرین و مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت جب بھی سیالکوٹ ضلع میں تبلیغی و انتظامی پروگراموں کے سلسلہ میں تفصیلی دورہ پر آئے تو جامعہ فاروقیہ ہی مرکزی قیام گاہ ہوتی تھی اور جامعہ کے تمام ذمہ دار حضرات اور متعلقین نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ مکمل تعاون کیا اور تمام پروگراموں کی سرپرستی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم' حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی' مولانا عبدالرحیم اشعر' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا خدا بخش شجاع آبادی اور عالمی مجلس کے مبلغین کرام اور کارکنان نے مولانا محمد انذر قاسمی کے وحشیانہ قتل پر شدید رنج و غم کا اظہار کیا اور اس واقعہ کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے سوال کیا کہ کب تک "نامعلوم" قاتلوں اور دہشت گردوں کو کھلی چھٹی ملی رہے گی اور حکومت پنجاب سے شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا محمد انذر قاسمی مرحوم کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ میں مجلس کے رہنماؤں اور کارکنان کا اجلاس زیر صدارت مولانا خدا بخش صاحب شجاع آبادی منعقد ہوا' جس میں مولانا محمد انذر قاسمی کی المناک شہادت پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ ملک میں قتل و غارت خصوصاً" علماء کرام اور مساجد پر حملوں کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت کی امن و امان قائم کرنے میں ناکامی پر افسوس کا اظہار کیا گیا۔

اجلاس میں حضرت مولانا محمد انور فاروقی' حضرت مولانا ضیاء الدین آزاد' مولانا خدا بخش شجاع آبادی' مولانا عبدالشکور' مولانا عزیز الرحمٰن' رانا محمد انور' سید اطہر عظیم' حافظ محمد عتیق الرحمٰن' خوشی محمد انصاری' محمد عمران خان' ریاض الحق' عبدالستار اور ختم نبوت کے کارکنان نے شرکت کی۔ حضرت مولانا ضیاء الدین آزاد نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کروائی۔ اللہ رب العزت مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حسین احمد نجیب

لیہ قادیانیت کی زد میں مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

مولانا دین محمد فریدی

کچھ دنوں سے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کئی دفعہ لیہ کچہری جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں مقدمہ کی پیروی کی وہاں عقیدہ اور ملکی سالمیت کے سلسلہ میں بھی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی سعی کی مسئلہ ختم نبوت جو کہ کچھ سادہ لوح دوستوں کی نگاہ میں سنہ ۱۹۷۴ء میں حل ہو گیا تھا اس پر بھی گفتگو رہی قادیانیت کی اسلام اور ملک دشمنی بھی زیر گفتگو رہی۔ میری گفتگو اور طریق کار سے ایک دوست بہت ہی متاثر ہوئے۔ ضلع لیہ میں ختم نبوت کے محاذ پر کام نہ ہونے کے برابر ہے ہمارے ایک بہت ہی نیک بزرگ مولانا محمد حسین مدظلہ صاحب دل میں درد رکھتے ہیں ہر تاریخ پر کچہری میں بندہ کے شانہ بشانہ کھڑے رہتے ہیں۔ بہت ہی علمی مقام اگرچہ بہت بلند ہے مگر قادیانی حربوں سے نا واقف ہیں۔ علمی میدان میں بندہ انکا سخت محتاج ہے۔ کچہری میں وکلاء اور آنے جانے والوں سے لیہ شہر اور ضلع لیہ میں قادیانیوں کی سرگرمیوں سے حیرت انگیز حد تک معلومات ہوئیں مگر کام کرنے کے لئے کوئی طریقہ سمجھ نہیں آیا۔ پچھلی تاریخ پیشی پر اچانک وہ ساتھی نمودار ہوا اور بہت ہی پریشان تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں شہر لیہ کے وسط میں قادیانیوں کا مرکز کام کر رہا ہے۔ انور نامی قادیانی کی چھ دکانیں اور مکان ہے ایک مرزائڈہ بھی ہے۔ وہیں ایک مربی ہاؤس بھی ہے۔ یہ سب صدر بازار، پرانا تھانہ انارکلی مارکیٹ اور چاروں طرف سے مصروف بازاروں میں واقع ہے۔ سب سے بڑی پریشان کن بات یہ ہے کہ برکت نامی ایک آدمی کا مکان بھی ان کے ساتھ گلی کی نکڑ پر ہے برکت اب بھی مجبوری کے تحت اپنا مکان فروخت کر رہا ہے۔ اور اسے مکان ضرور بیچنا ہے قادیانی اسی مکان کے خریدار بن چکے ہیں۔ بات یہاں رکی ہوئی ہے کہ برکت کی والدہ قادیانیوں کو مکان فروخت کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ قادیانی یہ مکان خرید کر یہاں اپنا بہت بڑا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ اور ربوہ سے ان کو مکان خریدنے کی اجازت مل چکی ہے اسی دوست نے بتایا کہ میری مصدقہ معلومات کے مطابق قادیانی اس مرکز کو سات منزلہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ساتویں منزل مورچہ کی شکل میں تعمیر کرکے اپنے کمانڈوز وہاں رکھیں گے۔ اور اسی ساتویں منزل سے پورا شہر لیہ کنٹرول ہو سکتا ہے۔ ان حالات کو سن کر میں لرز اٹھا میرے سامنے کراچی کے حالات کا منظر آ گیا جو کہ قادیانیوں نے پیدا کئے۔ اور آج ہر باشعور آدمی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مگر حالات کنٹرول میں نہیں آ رہے۔ میں نے اس دوست سے قادیانیوں کا محل وقوع دیکھنے کی خواہش کی۔ مقدمہ وکیل کے سپرد کرکے خود موقع محل کے معائنہ کے لئے چل پڑا۔ صدر بازار سے ہوتا ہوا پرانے تھانے سے

اخبار ختم نبوت

مشرق کی طرف گلی سے نکلا تو ساتھی نے اشارہ کیا کہ یہ دکانیں انور قادیانی کی ہیں۔ یہ انور کا مکان ہے یہ مربی ہاؤس ہے۔ یہ قادیانی مرزائڈہ اور یہ نکڑ والا مکان برکت کا ہے۔ یہ دوسری گلی صدر بازار کو یہ انارکلی مارکیٹ کو یہ دوسری مارکیٹ اور یہ بازار کو نکلتی ہے۔ وہاں سے مصروف ترین سڑک جو بارہ روڈ پر نکلے سامنے اہل تشیع کا امام باڑہ اور مرکز ہے ساتھ ہی ایم سی ہائی سکول چوبارہ روڈ پر بچیوں کا ہے سکول واپس صدر بازار سے گزرے تو جامع مسجد کربلا والی گلی کے ساتھ وہاں سے پورے لیہ کا جائزہ لیا تو قادیانی جہاں سات منزلہ مرکز بنانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں وہ لیہ شہر کے عین وسط میں ہے چاروں طرف سے قادیانی مورچہ بند ہو کر پورے لیہ کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ پھر اور دوستوں سے رابطہ ہوا تو میری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ مذہبی فرقہ واریت سے فائدہ اٹھا کر اس وقت لیہ میں انتہائی بااثر ہو چکے ہیں۔ ایک دو دفعہ لیہ میں جو فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی قادیانی اس آگ کو بھڑکانے میں پوری طرح ہر طرف سرگرم عمل رہے اور اب بھی ہیں "انسان دوست" نامی لیہ شہر کی تنظیم قادیانیوں کے کنٹرول میں ہے۔ پچھلے دنوں ایک قادیانی ایس پی صاحب لیہ میں کچھ عرصہ تعینات رہے اس کے بعد تو قادیانیوں کے "اور چھور" ہی نرالے ہو گئے قادیانی مرزائڈے کو نئے طرز سے تعمیر کرکے ڈش انٹینا نصب کر دیا گیا اور مرزا طاہر کے خطاب کو سنوانے کے لئے ہر قادیانی مسلمانوں' میں سرگرم ہے۔ مرزائیت کی تبلیغ میں سیشن جج لیہ کے قادیانی سٹینو اور لیہ کے قادیانی وکلاء کا بھی ہاتھ ہے۔ سرگرمی کی ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والا اس وقت لیہ میں کوئی نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبد الصمد آزاد شہیدؒ زندہ تھے تو ان اسلام اور ملک دشمن قادیانیوں کی سرکوبی کرتے رہتے تھے۔ دبی زبان سے کئی دوستوں نے اشارہ دیا ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ کے قتل میں بھی قادیانیت کا خفیہ ہاتھ ہے۔ ہم جس وقت قادیانی مرکز سے نکل کر چوبارہ روڈ پر اسی جگہ پہنچے جہاں مولانا آزاد کو شہید کیا گیا تو میرے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی کہ مولانا آزاد کو قتل کرنے میں قادیانیوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو وقت مولانا کے قتل کا ہے قادیانی چوروں کی طرح اسلام کے خلاف ہمیشہ ایسے ہی وقت کام کرتے ہیں۔ ویسے بھی دنیاوی چور اور نبوت چور میں چوری کی قدر مشترک ہے۔ معلوم نہیں کہ مولانا کے قتل کی تفتیش میں یہ خیال کسی کو آیا ہے کہ نہیں اگر آیا ہو گا تو اس نے جرأت نہیں کی۔ حالانکہ جہاں مولانا کو شہید کیا گیا وہ جگہ قادیانی مرکز کے بہت ہی قریب ہے۔ بہر حال پاکستان میں سازشی قتل ہمیشہ تفتیش کے چکر میں گم ہو جاتے ہیں۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان سے لیکر مولانا شمس الدین شہیدؒ اور ضیاء الحق کے جہاز کو کریش کرنے تک کے نتائج قوم کے سامنے ہیں۔ مگر لیہ میں قادیانی مرکز کو بننے کا منصوبہ دیکھ کر مولانا شہید کی روح اہل لیہ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ میری محنت کو اہل لیہ یوں ضائع کریں گے اور لیہ شہر کے وسط میں عظیم قادیانی مرکز بنا کر پورے تھل کے لئے مسئلہ بنیں گے اور ارتداد پھیلائیں گے؟۔

میری مصدقہ معلومات کے مطابق قادیانی بھٹو کی پھانسی کی سزا اور ضیاء الحق کے طیارہ کے کریش ہونے کو لیہ میں قادیانیت کی صداقت کی دلیل ٹھہرا رہے ہیں۔ بھٹو کے فدائیوں اور ضیاء الحق کے شیدائیوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ سازشی تنظیم خود سازش کے ذریعے حالات اور خود ہی کھینچ تان کر بھٹو کے متعلق یہ کہے کہ کتا کتے کی موت مرگیا اور اسی پیش گوئی کو مرزا غلام احمد کی صداقت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ ختم نبوت کا نوے سالہ مسئلہ بھٹو دور میں اسمبلی میں حل ہو جانا نبی کریم ﷺ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ خدا بعض دفعہ دین کا کام فاسق فاجر افراد سے بھی لیتا ہے اور ختم نبوت کا مسئلہ بھٹو دور میں حل ہونے سے یہ حدیث بھی ثابت ہوئی۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ الفاظ کہ "کتا کتے کی موت مرے گا" مرزا کے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود پر پوری ہوئی وہ ۵۲ سال کی عمر میں کتے کے اعداد پر پورا اتر کر کئی سال بیمار رہ کر کتے کی طرح بھونک کر مرا۔ بھٹو صاحب کو قادیانی سازش سے قادیانی نواز جج مولوی مشتاق حسین نے پھانسی کی سزا سنائی مسعود محمود قادیانی وعدہ معاف گواہ بنا کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانی لابی پوری طرح سرگرم عمل ہوئی۔ تو قدرت نے سزا مولوی مشتاق حسین کی موت پر قبرستان میں اسکے جنازہ پر دنیا کو دکھاری بھٹو صاحب کو ماننے والے آج بھی کروڑوں آدمی موجود ہیں۔ مشتاق اور مسعود محمود قادیانی کے نام لیوا ہمیں دکھادو۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ ہونے کی وجہ سے قادیانی لابی ضیاء الحق کے خلاف ہوئی ضیاء الحق پورے گیارہ سال اسلامی قانون کے نفاذ کا وعدہ کرتا رہا مگر اسلام تو صحیح معنوں میں نافذ نہ کر سکا امتناع قادیانیت آرڈیننس ضیاء صاحب کا کارنامہ ہے۔ جس قانون کی وجہ سے قادیانیوں کو لوئر کورٹ سے لے کر اعلیٰ عدالتوں تک ختم نبوت کے ورکروں کے تعاون سے جج صاحبان نے قادیانی عقیدے اور عزائم کو بے

نقاب کرکے رکھ دیا اور مرزا طاہر کو فرار بننا پڑا یہ آرڈیننس بھی خدا کے ہاں مقبول ہوا اور ضیاء الحق کے شیدائی بھی آج ملک میں کروڑوں موجود ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آجکل پاکستان کا الیکشن سٹنٹ ہی بھٹو صاحب اور ضیاء الحق صاحب کے نام سے چلتا ہے اور یہ سب کچھ ختم نبوت سلسلہ کی برکت سے ہے۔

تم بتاؤ کہ اگر موت کو صداقت کا نشان کہتے ہو تو حضرت مولانا ثناء اللہ" کے مقابلے میں تمہارے گرو گھنٹال مرزا قادیانی نے "جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا" کی پیش گوئی سنہ ۱۹۰۷ء میں کی تھی ہیضہ اور طاعون کی بیماری کو نشان بنایا تھا تو ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں برانڈرتھ روڈ لاہور میں مرزا قادیانی قے اور دست کرتا ہوا ہیضہ کی موت اپنے ہی پاخانہ میں منہ کے بل گر کر مرا اور اپنا جھوٹا ہونا ثابت کر گیا!۔ کیا مرزا کا جانشین حکیم نور الدین بھیروی گھوڑے سے گر کر سسک سسک کر نہیں مرا سنہ ۱۹۱۴ء میں؟ کیا قادیانیت کا دوسرا سربراہ مرزا کا بیٹا بشیر الدین محمود۔ فالج۔ لقوہ۔ دماغی امراض میں کئی سال مبتلا رہ کر اور کتے کی طرح بھونک کر مرزا غلام احمد کی پیش گوئی "کتا کتے کی موت مرے گا" کے مصداق ۵۲ سال کی عمر میں نہیں مرا۔ پوری معلومات کے لئے تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق کا "شہر" "ربوے کا راسپوٹین" وغیرہ کا مطالعہ کافی ہے۔ کیا عیاشی کی دلدادہ مرزا بشیر الدین کی بیوی مریم ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوئی کہ قریب جانے سے بدبو سے دماغ پھٹتا تھا۔ موت کے بعد بھی بدبودار مواد کو روکنے کے لئے کئی دفعہ بدل ۲ خوشبوئیں چھڑکی گئیں مگر بدبو نہ دور کی جا سکی اور جلد ہی نام نہاد بہشتی مقبرے میں چند قریبیوں نے دفن کر دیا۔ کیا مرزا ناصر تیسرے سربراہ کی موت بھول گئے بڈھے نے نیک کنواری سے بابرکت نکاح کیا اسلام آباد کوٹھی میں ہنی مون منا رہا تھا کوٹھی کے سامنے ختم نبوت کانفرس میں "شاہین ختم نبوت" مولانا اللہ وسایا صاحب ایک اہم خطاب پڑھ کر سنا رہے تھے۔ جسے سن کر مرزا ناصر عزرائیل کے چنگل میں جا پھنسے اور نشان نکاح کا دھرے کا دھرا رہ گیا۔ کیا ظفر اللہ کی موت سے پہلے کی حالت بھول گئے جسکی بیماری نے وہ حالت کی کہ جسکو دیکھنے کے لئے پابندی لگانی پڑی صرف ایک ڈاکٹر اور ایک خادم ہی وہاں جا سکتے تھے۔ قادیانیو! حادثاتی موت اور عبرت ناک موت میں بڑا فرق ہے۔ صرف اتنا ہی کہونگا کہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

تمہارا یہ سیشن جج لیہ کا قادیانی اسٹینو خود بہت بڑا پارسا بنتا ہے اور دوسرے مسلمان اہل کاروں کی کردار کشی کرتا ہے۔ خاموشی سے وکلا کے کان میں کہتا ہے کہ میں جی قادیانی ہوں اس وجہ سے رشوت نہیں لیتا۔ رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں اور دونوں ہی جہنمی ہیں مسلمان اہل کاروں کو شرم محسوس کرنی چاہئے۔ کہ چند پیسوں کے عوض اسلام کو بدنام اور کفر کو مسلط کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر اسی قادیانی اسٹینو پر باریکی سے نظر رکھی جاوے تو اس کے بہت ہی کچھے ملیں گے۔ قادیانی ہوں اور کچھے نہ کریں بعید از قیاس ہے۔ ہمارے بھکر میں ارشاد اللہ سیال سول جج قادیانی تھا جو آجکل کروڑ میں سول جج ہے بہت بڑا پارسا اور ایماندار بنتا تھا ہم کہتے تھے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نبی جھوٹا مانے پارسا اور ایمان دار ہو۔ ہم نے تعاقب جاری رکھا بجلی چوری میں پکڑا گیا۔ سول جج ہو اور بجلی چوری کر رہا ہو جیسے ہے نہ پارسائی؟ لیہ کے اس اسٹینو کی بھی انشاء اللہ کوئی ایسی خاص خرابی ہوگی جہاں اسکی پارسائی ہوا ہو جائیگی۔ لیہ شہر میں قادیانیت کی تبلیغ میں ایک اور سٹنٹ چل رہا ہے وہ یہ کہ قادیانی تنظیم اپنے آدمیوں کی بڑی امداد کرتی ہے۔ انہیں پورا پورا سہارا دیتی ہے جیسے انور قادیانی جو کہ کبھی غریب تھا اسے سہارا دے کر کھڑا کیا آج انور قادیانی کا بہترین کاروبار ہے۔ انور آج لیہ شہر کا امیر آدمی ہے۔ مادہ پرست افراد اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ قادیانی مرکز نے انور کو اس وجہ سے سہارا نہیں دیا کہ ایک قادیانی غریب ہو گیا اسے سہارا صرف اس وجہ سے دیا کہ انور قادیانی کا مکان لیہ شہر کے وسط میں ہے۔ اسے پورا سہارا دے کر لیہ شہر پر قابض ہوا جا سکتا ہے۔ مادہ پرست افراد اس کے کاروبار کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر ہمارے قبضے میں آسکتے ہیں۔ قادیانی رائل فیملی اگر کسی کو سہارا دیتی ہے تو اس کو اس طرح اپنے جال میں پھنساتی ہے کہ اس کے لئے غیرت۔ عزت۔ آخرت کی طرف دیکھنا محال ہو جاتا ہے۔ مادہ پرست افراد ذرا انور کے اندر جھانک کر دیکھیں۔ اس کے ساتھ ہی میں ضلع لیہ کے باغیرت مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں خدارا ہوش کے ناخن لیں قادیانی مرکز علاقہ تھل کو اہم قادیانی سٹیٹ میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے ہم نے بھکر کے باغیرت عوام کے تعاون سے الحمد للہ ضلع بھکر میں انکا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے۔ نور پور تھل کے باغیرت مسلمانوں کے تعاون سے نور پور تھل میں ڈاکٹر اختر قادیانی کا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے جھنگ میں شیعہ سنی فساد سے فائدہ اٹھا کر قادیانی بستی چیلے والا میں برلب سڑک ۳۵۰۰ کنال زمین خرید کر مرکز بنانے کا منصوبہ تھا۔ الحمد للہ وہاں کے عوام جاگ چکے ہیں۔

خوشخبری

لادینیت، کفر اور جہالت کے قدیم و جدید اندھیروں کے خلاف چراغ ہدایت

"مکتبہ لدھیانوی" کا قیام

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم

کے عام فہم اصلاحی خطبات کی اشاعت سے آغاز

- عظمت قرآن کریم اور اس کی تلاوت کے فوائد و ثمرات
- مقصد حیات
- ولیلۃ القدر کی برکات حاصل کرنے کا طریقہ
- غیبت۔ ایک سنگین گناہ
- جمعہ کے فضائل و آداب۔ احادیث کی روشنی میں

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم کی تالیفات ہم سے طلب کریں۔

اختلاف امت اور صراط مستقیم ● شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم

● آپ کے مسائل اور انکا حل اور دیگر تصانیف

محمد عتیق الرحمان۔ ناظم مکتبہ لدھیانوی

جامع مسجد فلاح نصیر آباد فیڈرل بی ایریا بلاک ۱۴ کراچی ۳۸

لیہ شہر کے قلب میں قادیانی مرکز کا دورہ کر کے میں دیکھ چکا ہوں اگر برکت علی کا مکان قادیانی خرید کر اپنے منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں تو صرف پھر لیہ ہی نہیں پورے علاقہ تھل کو قادیانی فاشسٹ تنظیم کا خطرہ لاحق ہے۔ کیونکہ ضلع لیہ کے دوسرے چکوں اور بستیوں میں بھی جہاں قادیانی موجود نہیں ہیں پوری طرح دندنا رہے ہیں۔ قادیانیوں کی بہت مدت سے یہ سازش ہے کہ جھنگ کے بعد بھکر۔ لیہ۔ مظفرگڑھ ڈیرہ غازیخان۔ ملتان سے بہاول پور تک فرقہ واریت کا فساد کھڑا کر دیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے قادیانی لسانی۔ گروہی صوبائی عصبیت والی تنظیموں میں گھس چکے ہیں۔ اور فساد ڈالنے کے لئے راہ ہموار کر چکے ہیں۔

صرف ان کو تھل میں اہم مرکز کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے اس وقت لیہ شہر کے حالات ان کے لئے سازگار ہیں۔ دور نہ جایئے اپنے شہر لیہ کی انسان دوست تنظیم کا جائزہ لے لیں۔

خدا کرے آپ حضرات میری گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے قادیانیت کا سد باب کریں گے اللہ توفیق دے۔ آمین

بقیہ۔ عورت کہاں جا رہی ہے

پایہ تکمیل تک پہنچا کیونکہ حقیقت میں تو دل و جان کی بنا پر انسان ہے نہ کہ تن بدن کی بنا پر)

اور یہ کس قدر حکیمانہ قول ہے۔ ایک سر برہنہ تو البتہ زیب و زینت کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ سر جو علم و حکمت سے معمور ہوتا ہے زیب و زینت کا محتاج ہرگز نہیں۔ کیونکہ عقل و علم اس کی زینت اور زیبائش کا بجائے خود بہت بڑا سامان ہے اور حکمت و دانائی ہی اس کی اعلیٰ آرائش کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ

(تم اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش پہلے زمانہ جاہلیت کے دستور کی طرح نہ کرتی پھرو!)

یہ آیت نہایت واضح طریقہ پر اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ جہل و نادانی ہی دراصل تبرج و بے حیائی کو دعوت دیتی ہے اور جہل ہی کا لازمی نتیجہ تبرج ہے۔ عورت میں جہل (دین کی عدم معرفت) جس قدر ہوگا اسی قدر وہ تبرج 'بناؤ سنگھار کے اظہار اور حسن و جمال کی نمود و نمائش کی شائق

اور دل دادہ ہوگی اور زمانہ جاہلیت کی مشرکہ عورتوں سے اتنی زیادہ مماثلت رکھے گی۔

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں فاطمہؓ و عائشہؓ کے نقش قدم

بقیہ۔ علماء امت زعماء دین

ہوئے اور اسی طرح آج تک علماء نے نہ ملک توڑا' نہ ملک بیچا' نہ مارشل لاء لگایا اور نہ ملک و ملت کے مفاد کو غیروں کے ہاتھ میں رہن رکھا ان "اعزازات" کی مالا ان کے گلے میں نظر آتی ہے جو شومئی قسمت سے آج منصب قیادت پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود علماء سیکولر قیادت کا ضمیمہ بننے پر رضامند ہوگئے' کتنے اونچے نام ہیں جو سیاسی بونوں کے حوالے کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔

مدعا یہ ہے کہ آپ حضرات ہر معاملہ میں قیادت کی زمام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ ضمنی کے بجائے قائدانہ کردار ادا کریں۔ کوئی حکمران' کوئی جاگیردار' کوئی سرمایہ دار اور کوئی سیاست دان آپ کو اپنی مرضی کے اشو پر ابھار نہ سکے۔ البتہ بعض ممالک میں علماء نے کسی حد تک اس داغ کو دھو دیا ہے۔ انہوں نے روز اول سے زمام کار اپنے ہاتھ میں لی اور اب تک انقلاب کو کسی کی تحویل میں نہیں جانے دیا۔ ایسے انقلاب سے ہزار ہا اختلاف ہو سکتا ہے مگر علماء کی قیادت ایک ایسا پہلو ہے جس پر آپ ضرور توجہ فرمائیں۔

علماء ذی وقار! آج کل یورپ جو ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے کہ مسلم ممالک میں "بنیاد پرستی" کی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں اسلام "جنگجو" ہوتا جا رہا ہے' یہ صرف اس لئے ہے کہ اسے "مرغان دست آموز" کی قیادت مطلوب ہے وہ مجاہد اور متقی علماء کو اگلی صفوں میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ یورپ کو اسلام سے بھی زیادہ "اسلامی قیادت" سے بغض ہے وہ کسی آکسن اور کیمنب ٹائپ سیاست دان کے اسلام سے خوفزدہ نہیں۔ اسے اس اسلام سے ڈر ہے جسے پیش کرنے کے لئے روح اسلام کی ہم آہنگ علماء سرفہرست ہوں' کیونکہ خدا ترس اور رمز شناس دین علماء کے ہاتھوں برپا ہونے والا انقلاب "اسلامی" ہوگا' جو نئے نظام کی تلاش میں سرگرداں دنیا کو حقیقی اور خود مختار قیادت فراہم کرے گا۔

بقیہ۔ دینی مدارس کا وجود

ملک میں انسانیت کی فضا پیدا ہو تعاون قدر دانی کی فضا پیدا ہو' ہندوستان کا نام دوسرے ملکوں میں اونچا ہو' کم سے کم اسلامی ملکوں میں یہاں سے لے کر ترکی اور مراکش تک چلے جایئے۔ ہم تو جاتے ہی رہتے ہیں۔ وہاں ہندوستان کا تعارف علماء کے نام سے ان کی تصنیفات کے نام سے ہوتا ہے۔ یہاں حجۃ اللہ البالغہ لکھی گئی' یہاں وہ لغت لکھی گئی جس کی مثال نہیں ہے' دوسری زبان اور دوسرے ملکوں میں۔ تمیں جلدوں میں قاموس کی شرح لکھی' مرتضیٰ زبیدی بلگرامی نے' ان کے لئے ایک انکشاف ہوتا ہے جب بتایا جاتا ہے کہ ہندوستان کے تھے۔

میرے بھائیو! آپ اس کو زیادہ اہمیت نہ دیں حادثہ کا اثر پڑتا ہے اور پڑے گا۔ اس کا کوئی مواخذہ نہیں' لیکن آپ کسی طرح کی مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ آپ کو ثابت کرنا ہے کہ یہ ملک ہماری ہی کوششوں سے ہے' اللہ کے نام اور اس کے رسول کے نام اور تعلیم ہی سے اس ملک کو بچایا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ اس کو کوئی ہلاکت سے بچا نہیں سکتا' ہمارے علماء اور مدارس کے فضلاء نے جنگ آزادی کی تحریک میں سب سے زیادہ قربانی دی اور سب سے زیادہ پیش پیش رہے مالٹا اور انڈومان کی جیلوں میں کون رہا۔ کسی ہندو کا نام نہیں ملتا۔ میں تو ایک مورخ کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ علماء صادق پور کو کالا پانی بھیجا گیا۔ ان کے مکانات ڈھائے گئے۔ میں خود شاہد ہوں' میں ایک بار پٹنہ گیا۔ مولانا خلیل رحمتہ اللہ علیہ مجھے یحییٰ علی صاحب کے خاندان کے ایک بزرگ سے ملانے لے گئے۔ میرا تعارف کرایا کہ سید صاحب کے خاندان کے ہیں تو وہ اس مجلس میں کہنے لگے کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان کی طرف سے یہ خط آیا ہے کہ لوگوں نے اس تحریک میں جو نقصان اٹھایا اور ان کا جو کچھ تلف ہوا آپ ان کی فہرست دیجئے حکومت کی طرف سے اس کو ادا کیا جائے گا۔ انہوں نے جواب لکھا کہ جو کچھ اللہ کے لئے چھوڑا تھا اس کو نہیں لیں گے۔

ہے کوئی ہندوستان میں جو یہ کہے' لاکھوں اور کروڑوں کی جائداد ضبط کر لی گئی' تجارت کرنے کی اجازت نہیں دی گئی' لاکھوں اور کروڑوں روپے ہوتے' انہوں نے کہا نہیں جو اللہ کے لئے کیا تھا اس کو نہیں لیں گے' بس میرے بھائیوں وہ آپ کے اسلاف تھے۔ آپ ان کے اخلاف ہیں۔ ہم تشاؤم سے کام نہیں لیتے کہ یہ مرحلے بار بار پیش آئیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ اس واقعہ کو زیادہ اہمیت نہ دیں بلکہ کہیں کہ یہ سعادت بھی اللہ نے ہمیں عطا فرمائی یہ تأسف کی اور تاثر کی بات ہے۔ اللہ کے یہاں اس کا اجر ملے گا۔ آپ عزیمت کے لئے تیار رہیں۔ ہمارا دین رخصتوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ اس میں رخصتیں بھی ہیں اور عزائم بھی آپ کو عزیمت کے ساتھ دین کی نشر و اشاعت کرنے کی فکر کرنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کی تعلیم بھی دینی ہے۔ حب وطن اور ملک کے ساتھ وفاداری کی بھی تعلیم دینی ہے' لیکن سب دینی اور اخلاقی روح کے ساتھ اللہ سے ثواب کے لالچ میں اور جو کچھ پیش آئے اس کو برداشت کرنے کے ساتھ۔ اس پر ختم کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہم کو ہر قسم کے مکارہ سے محفوظ رکھے' اپنے راستے پر اور اپنے نبی ﷺ کے راستہ پر قائم رکھے' عزیمت کے راستہ پر اس دین اور تعلیم کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اللہ کے راستہ اور رسول کی اتباع' اور اولیاء عظام' شہدائے کرام پر رشک کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے خوف سے گھبرانے سے بچائے (آمین)۔

آپ کے مسائل

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

طلاق دینے پر برادری کی طرف سے جرمانہ

سوال :- حلال کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل طلاق ہے اسی لئے مذہب اسلام میں جب نباہ کی کوئی بھی صورت باقی نہ رہے تو آخری چارۂ کار کے طور پر تین نسبتوں میں طلاق دینی چاہئے تاکہ دو طلاقوں تک نباہ کی کوئی صورت بن جائے۔ ہماری برادری کی جماعت طلاق دینے والے پر مالی جرمانہ عائد کرتی ہے اور جب تک جرمانہ ادا نہ کیا جائے مرد نکاح ثانی نہیں کر سکتا۔ اور اس کے گھر کے ہر فرد کا بھی مکمل معاشرتی مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ گویا برادری سے اسے بالکل عضو غیر ضروری سمجھ کر کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ برادری کے بزرگ مل کر افہام و تفہیم کی کوئی صورت نکالتے لیکن بجائے اس مثبت اور تعمیری صورت کے مالی جرمانہ عائد کر کے مرد کو بے شمار مالی اور معاشرتی مسائل سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ طلاق دینے والے پر مالی جرمانہ عائد کرنے کا شریعت میں کیا جواز ہے؟ اور جرمانہ عائد کرنے والے کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ اور جرمانے سے وصول شدہ رقم کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ اور وصول شدہ جرمانہ کس مد میں خرچ کرنا چاہئے؟ واضح رہے کہ حج جیسی مقدس عبادت بھی مالی استطاعت سے مشروط ہے لیکن برادری کی جماعت جرمانہ ادا نہ کر سکنے والے پر یہ دباؤ ڈالتی ہے کہ وہ سود لے کر بھی یہ جرمانہ ادا کرے۔

جواب :- شرعی حکم یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کی صورت پیدا ہو جائے تو خاندان اور برادری کے معاملہ فہم حضرات دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ میاں بیوی میں سے جس کا قصور ہو اس کو سمجھائیں اور دوسرے فریق کو بھی صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ لیکن اگر اس کے باوجود بھی دونوں کے درمیان جوڑ پیدا نہ ہو سکے تو علیحدگی کا مشورہ دیں۔ مطلق طور پر یہ پابندی لگا دینا کہ شوہر طلاق نہیں دے سکتا' غلط ہے۔ اور طلاق دینے والے پر جرمانہ لگانا بھی شریعت کے خلاف ہے۔ جرمانہ سے وصول شدہ رقم کا حکم شرعاً "غصب" کا ہے' یعنی کسی سے زبردستی کوئی چیز چھین لینا۔ اس رقم کو کسی بھی مد میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ جس سے یہ جرمانہ وصول کیا گیا ہے اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اور یہ پابندی لگانا کہ جب تک جرمانہ ادا نہ کرے اس وقت تک نہ وہ نکاح ثانی کر سکتا ہے اور نہ اس کے خاندان کی اجازت ہے' یہ "صریحاً" ظلم اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیا غضب ہے کہ جو لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں ان سے تو قطع تعلق نہ کیا جائے' اور طلاق دینے والے کے پورے خاندان سے مقاطعہ کر دیا جائے' جب تک کہ وہ جرمانہ کا تاوان ادا نہ کرے۔ آپ کی برادری میں اگر واقعی ایسا قانون رائج ہے تو اس کو بدلنا چاہئے۔

موجب لعنت فعل

سوال :- سوال حذف کر دیا گیا۔

جواب :- جو جوان عورتیں اونچی آواز سے گانے گاتی ہیں' جس کو غیر مرد سنتے ہیں' ان کا کردار موجب لعنت ہے' مولوی صاحب نے بے جا بات تو کوئی نہیں' البتہ لہجہ سخت ہے' اس کے پیچھے نماز صحیح ہے' منبر رسول پر ملعون کاموں کو ملعون ہی کہا جائے گا۔ آپ نے یہ تو پوچھا کہ ایسا خطیب نماز پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں؟ یہ بھی تو پوچھا ہوتا کہ جو لوگ ایسی عورتوں کے فعل سے خوش ہیں اور ٹوکنے والے کو برا کہتے ہیں وہ بغیر توبہ کے نماز پڑھنے کے بھی اہل ہیں یا نہیں؟ اور ان کا نکاح بھی باقی ہے یا تجدید نکاح کریں؟ واللہ اعلم۔

نماز زکوٰۃ کے مسائل

سوال :- میں ایک بیوہ عورت ہوں اور فقہ حنفی کو مانتی ہوں۔ ایک عورت یا مرد کے پاس جو سونا زیور ہو تو اس پر زکوٰۃ دینی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کتنے گرام یا رتی سونے پر سے زکوٰۃ دینا شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ میرے پاس صرف ۲۵ گرام سونا ہے جو چوڑی اور بالی کی شکل میں استعمال میں رہتا ہے اور میں نے ہمیشہ سے یہ سنا ہے کہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ۵۲ تولے چاندی پر سے زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ اسی حساب سے جتنا بھی زیور سونا ہو گا دینی پڑے گی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ میرے اوپر ۲۵ گرام سونے پر بھی زکوٰۃ دینی ہے یا اس سے کم کسی کے پاس دو چار گرام یا دس گرام سونا ہے تو اس پر بھی دینا ہے یا نہیں۔

جواب :- سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ۸۷٫۴۷۹ گرام ہے۔ جس کے پاس صرف سونا ہو' چاندی' مال تجارت اور نقد روپیہ پیسہ کچھ نہ ہو اس پر اس سے کم سونے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر سونے کی مقدار کم ہو لیکن اس کے ساتھ کچھ چاندی' یا مال تجارت یا نقد روپیہ پیسہ بھی ہو اور سب کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے ۶۱۲٫۳۵ گرام چاندی کی مالیت کے برابر ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر آپ کے پاس صرف سونا ہی سونا ہے نقد روپیہ یا چاندی یا مال تجارت نہیں تو آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اور اگر کچھ نقد روپیہ بھی رہتا ہے تو آپ پر زکوٰۃ فرض ہے۔

سوال :- نماز پڑھتے میں عورتوں کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا نیت توڑ دینی چاہئے یا پوری رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھیں؟

جواب :- نماز کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو فوراً نماز چھوڑ دی جائے اور وضو کر کے دوبارہ شروع کی جائے۔ وضو ٹوٹ جانے کے بعد رکعت پوری کرنا جائز نہیں۔

سوال :- عورتوں کو نماز میں سجدہ کرتے وقت کہنی ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیکنی چاہئے یا کہنی زمین سے اوپر اٹھی رہے گی؟

جواب :- عورتوں کو خوب سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے۔ ہاتھوں کو بدن سے ملائے اور کہنیاں زمین پر لگائے۔

سوال :- وضو کرنے میں جب مسح کرتے ہیں تو گردن پر ہاتھوں کی الٹی انگلیوں کی طرف سے مسح کریں یا سیدھی طرف سے کریں۔ مردوں اور عورتوں کا ایک ہی طریقہ ہے یا الگ الگ ہے؟

جواب :- گردن کا مسح الٹی انگلیوں سے کیا جائے۔ عورتوں اور مردوں کے لئے ایک ہی طریقہ ہے۔

سوال :- اگر نماز پڑھتے میں چھینک آ جائے تو نماز کے دوران الحمدللہ کہیں یا سلام پھیر کر کہیں؟

جواب :- نماز کے دوران الحمدللہ نہ کہیں۔ اگر بھولے سے کہہ لیا تب بھی نماز نہیں ٹوٹی۔ واللہ اعلم۔

مسجد میں بدبودار چیز کھا کر جانا

سوال :- کچی مولی' پیاز اور لہسن کو کھایا جا سکتا ہے جبکہ اس کے کچا کھانے کے تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد مسجد میں جانا ہو؟

جواب :- منہ کی بدبو دور کر کے مسجد میں جا سکتے ہیں' کھانا جائز ہے۔

سوال :- ایک لڑکا لڑکی سے کہے کہ میں نے تمہیں اپنی زوجہ کی حیثیت سے اپنے نکاح میں قبول کیا اور اسی طرح لڑکی لڑکے سے کہے کہ میں نے تمہیں اپنے خاوند کی حیثیت سے قبول کیا جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں ان کا نکاح ہو جائے گا؟

جواب :- گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا' زنا ہوتا ہے۔

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

ہمارا نصب العین اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت وناموس رسالت ﷺ کا تحفظ
اور گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین کی تمام دردمندان اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے

اپیل

الحمدللہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے یوم تاسیس سے لے کر اب تک اسلام کی سربلندی، عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ

گستاخ رسول فتنہ قادیانیت کا پرزور تعاقب کر رہی ہے

○ عالمی مجلس کے راہنماؤں اور مبلغین کی کوششوں سے اب تک ہزارہا افراد قادیانیت سے تائب ہو چکے ہیں۔ صرف ایک افریقی ملک "مالی" میں ۳۰،۳۵ ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ○ جماعتی لٹریچر جو متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے (اور مزید زبانوں میں شائع کرنے کی کوششیں جاری ہیں) اس کے اور جماعتی مبلغین کے ذریعے پوری دنیا قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ ہو چکی ہے ○ تبلیغی نظام کافی وسیع ہو چکا ہے۔ متعدد بیرونی ملکوں میں جماعتی شاخوں کے علاوہ دفاتر، قرآنی تعلیم کے لئے مکاتب قائم ہو چکے ہیں۔ اندرون ملک ۵۰ سے زائد ہمہ وقتی مبلغ، ۱۰ دینی مدارس قائم ہیں، مدارس میں بیرونی طلباء کے اخراجات عالمی مجلس آپ حضرات کے دیئے ہوئے عطیات سے پورا کرتی ہے۔ ○ جماعت کے دو ہفتہ وار رسالے قادیانیت کے پرزور تعاقب میں مصروف ہیں۔ امسال عالمی مجلس نے ایک عظیم الشان منصوبہ پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کام شروع کیا ہوا ہے اور وہ ہے روس کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں اور کیمونسٹوں کے جبر وتشدد سے نجات حاصل کرنے والے لاکھوں مسلمانوں میں قرآن مجید پہنچانا۔

یہ آزاد ریاستیں

کسی زمانہ میں اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہی ہیں۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام برہان الدین فرغانیؒ، صاحب ہدایہ، امام ابو حفص کبیرؒ، امام ابو اللیث سمرقندیؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ اسی سرزمین سے اٹھے جن کے علمی فیضان سے پورا عالم اسلام مستفید ہوا لیکن ان مسلم ریاستوں پر روس کے ظالمانہ وجابرانہ تسلط نے عالم اسلام کی ان مایہ ناز ریاستوں کو بنجر بنا کر رکھ دیا۔ آج وہ سرزمین قرآنی تعلیم کی پیاسی اور اور وہاں کے مسلمان ہم سے قرآن مجید کے طالب ہیں۔ ایسے میں عالمی مجلس کے وفد نے وہاں کا دورہ کرنے کے بعد ۱۰ لاکھ قرآن مجید جماعت کی طرف سے چھپوا کر وہاں پہنچانے کا فیصلہ کیا جو الحمدللہ آپ کی دعاؤں سے زیر طبع ہے اس وقت ہزاروں قرآن مجید وہاں پہنچا بھی دیئے ہیں۔

ان تمام منصوبہ جات خاص طور پر وسطی ایشیا کی ریاستوں میں قرآن مجید پہنچانے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے عالمی مجلس کو آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے

ہم تمام اہل اسلام اور شمع ختم نبوت کے پروانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ

وہ موجودہ مہینوں خصوصاً "رمضان المبارک" میں مذکورہ منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور خاص طور پر عطیات سے دل کھول کر امداد فرمائیں۔

فقیر خان محمد	محمد یوسف لدھیانوی	عزیز الرحمٰن جالندھری
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان۔ فون: ۴۰۹۷۸

کراچی کا پتہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون ۷۷۸۰۳۳۷

نوٹ:۔ کراچی کے احباب الائیڈ بنک بنوری ٹاؤن اکاؤنٹ نمبر ۳۶۳ میں براہ راست رقم جمع کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔